عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۵ | ۱۱/۱۷ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ مطابق ۷تا۱۳/ جولائی ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۲۶

قیمت ۸ روپے

کتاب اللہ کی تازگی و شگفتگی

اہل بیت اطہرؓ اور قادیانی

صحابیات کا بلند کردار

دنیا کی حرص و طمع

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

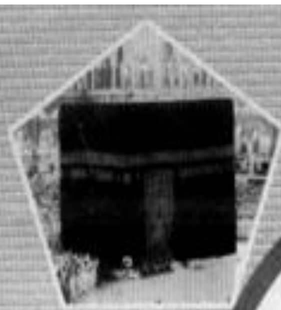

آپ کے مسائل

نماز باجماعت کے دوران بیمار کو اٹھانا:

س:...... نماز باجماعت کے دوران کوئی نمازی دل کا دورہ پڑنے یا کسی اور وجہ سے بیہوش ہوکر گر پڑے جبکہ اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں بھی خلل واقع ہو تو اس صورت میں کیا اس کا قریبی نمازی، نماز توڑ کر اسے سہارا دے کر باہر لے جاسکتا ہے؟

ج:...... ضرور۔

س:...... اس نمازی کے ہوش میں آنے کے بعد اس کو سہارا دینے والا اپنی بقیہ نماز کس طرح سے ادا کرے گا؟

ج:...... نئے سرے سے پڑھے۔

گٹر کے ڈھکن کے نیچے اخبار لگانا:

س:...... گٹر کے ڈھکن سیمنٹ کے بنوا کر لگائے جاتے ہیں جب کہ سیمنٹ کے ڈھکن کے نیچے کی طرف اخبار چپکا ہوتا ہے اور اس کو اکھاڑنا بھی ناممکن ہوتا ہے، ان اخباروں میں اکثر اللہ تعالیٰ کا نام اور آیات بھی ہوتی ہیں۔ کیا یہ آیات کی بے ادبی نہیں ہے؟ ان گٹر کے ڈھکنوں کے اوپر جوتے رکھ کر چلنا جائز ہے؟

ج:...... ایسے اخبار جن پر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو، گٹر کے ڈھکن کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔

اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے انبیاءؑ کی معیت نصیب ہوگی، ان کا درجہ نہیں:

س:...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ "ومن یطع اللہ والرسول الخ" (النسآ: ۶۹) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاؑ کرام علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں، اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔"

اور اس کی تشریح یہ بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبی، صدیق، شہید اور صالح کا درجہ مل سکتا ہے۔ کیا یہ مطلب اور تشریح درست ہے؟ اگر نہیں تو اس کے صحیح مطلب اور تشریح سے مطلع فرمائیں؟

ج:...... یہ تشریح دو وجہ سے غلط ہے ایک تو یہ کہ نبوت ایسی چیز نہیں جو انسان کو کسب و محنت اور اطاعت و عبادت سے مل جائے، دوسرے اس لئے کہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کسی کو بھی اطاعت کاملہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوشاں رہیں گے گو ان کے اعمال کم درجے کے ہوں لیکن ان کو قیامت کے دن انبیاؑ کرام، صدیقین شہداء اور مقبولانِ الٰہی کی معیت نصیب ہوگی۔

ختم قرآن کے موقع پر رقم دینا:

س:...... نماز تراویح میں ختم قرآن کرنے پر حافظ صاحب کو ختم قرآن سننے والے بطور ہدیہ کچھ رقم اور کپڑے وغیرہ دیا کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ جبکہ قرآن شریف پڑھنے والے حافظ کو نہ اس کی پہلے سے خواہش ہو نہ مطالبہ؟

ج:...... اگر کچھ نہ دیا جائے تو کیا حرج ہے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد: ۲۵ شمارہ: ۲۶ ۱۱/ ۱۷ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ / جولائی ۲۰۰۶ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خان

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت

○ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا سید احمد جلالپوری

○ علامہ احمد میاں حمادی ○ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

○ صاحبزادہ طارق محمود ○ مولانا بشیر احمد

○ مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی ○ مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا

کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر: حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

ختم نبوت......اسلام کا بنیادی عقیدہ	اداریہ	۴
کتاب اللہ کی تازگی و شگفتگی	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	۶
ایمان اور اخلاص نیت	مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی	۸
دنیا کی حرص وطمع	مولانا ابوبکر غازی پوری	۱۰
صحابیات کا بلند کردار	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۳
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	مولانا عبداللہ خالد قاسمی	۱۷
فضول خرچی اور اس کا علاج	مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۹
"محمد رسول اللہ" کا قادیانی تصور	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	۲۱
علماء کرام کے قاتل کب ملیں گے	مولانا محمد علی صدیقی	۲۳
اہل بیت اطہار اور قادیانی	مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ	۲۶

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔

یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،

بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور

اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi

Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

Hazori Bagh Road, Multan

Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:

35,Stockwell Green,

London, SW9 9HZ U.k.

Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ختم نبوت............اسلام کا بنیادی عقیدہ

ختم نبوت اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر قرآن کریم کی تقریباً سو آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو دس ارشادات عالیہ گواہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بعد کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نبی یا رسول بنا کر بھیجا ہے' نبوت محمدیہؐ کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔ یہ بات کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہے کہ تاریخ اسلام میں روز اوّل سے لے کر آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو امت محمدیہؐ نے کافر و مرتد قرار دے کر اس کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہوئے اس فتنے کو واصل جہنم کیا۔

انگریز کے منحوس دور میں انگریز سرکار کے خود کاشتہ پودے کی حیثیت سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت و رسالت سے لے کر الوہیت تک کے بلند بانگ دعوے کئے۔ اگر ایسے دعوے کسی اسلامی دور حکومت میں کئے جاتے تو مرزا غلام احمد قادیانی کا انجام مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین سے چنداں مختلف نہ ہوتا' لیکن چونکہ قادیانی نبوت انگریز سامراج کی ساختہ و پرداختہ اور اس کے گھر کی لونڈی تھی' اس لئے انگریز حکومت کے زیر سایہ مرزا قادیانی کے دجل و فریب کا شجرۂ خبیثہ پروان چڑھتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس ارض پاک میں' جسے خدا اور رسولؐ کے مقدس نام پر قائم کیا گیا' جس کی بنیادوں میں لاکھوں مسلمانوں کا خون لہو ہوا' اس نظریاتی ملک میں مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کا سکہ ہرگز چلنے نہ دیا جاتا' لیکن بہت سے اسباب و عوامل کی بنا پر وطن عزیز میں قادیانیوں کی سیاہ کاریاں اور ان کی تخریبی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں۔

مسلمانوں کے پرزور احتجاج اور ختم نبوت کی بھرپور تحریکوں کے بعد بالآخر ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو صرف اتنی بات تسلیم کی گئی کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں' چنانچہ غیر مسلموں کی فہرست میں ان کا نام شامل کر دیا گیا' لیکن ان کی تبلیغی و تخریبی سرگرمیوں کو عملاً روکنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے پیش نظر مسلمانوں کو ایک بار پھر میدان عمل میں اتر کر بھرپور تحریک چلانا پڑی۔ چنانچہ دس سال بعد حکمرانوں کو قادیانیوں کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کرنا پڑا۔

اس آرڈی نینس کے اجراء کے بعد قادیانی کچھ عرصہ کے لئے زیر زمین چلے گئے' لیکن بعد ازاں قادیانیوں نے پھر اپنی سرگرمیوں شروع کر دیں۔ پورے ملک میں عموماً اور پسماندہ علاقوں اور دور دراز دیہاتوں میں خصوصاً ان کی اسلام دشمن سرگرمیاں ہنوز جاری ہیں۔ آئے دن وہ اشتعال انگیز کارروائیاں کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرتے رہتے ہیں' مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کی تبلیغ کر کے وہ سرعام ملکی آئین و قانون کا کھلم کھلا مذاق اڑاتے ہیں اور لالچ وغیرہ کے ذریعہ اسلامی تعلیمات سے بے خبر سادہ لوح مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکا ڈالتے ہیں۔

اس پوری صورت حال سے انتظامیہ کے ذمہ دار حضرات باخبر ہونے کے باوجود بھی اس کے سدباب کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے اور نہ قادیانیوں پر کوئی قدغن لگائی جاتی ہے' جس سے ان کے حوصلے بڑھ رہے ہیں اور ان کو مزید تقویت مل رہی ہے' وہ بے باک ہوتے جا رہے ہیں اور اب تو وہ کھلم کھلا دہشت گردی کی وارداتوں میں بھی ملوث پائے جاتے ہیں۔ قادیانیوں کی قانون شکنی کا یہ انداز اور ان کے بدلے ہوئے تیور یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ کسی گہری سازش کے تحت یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور وطن عزیز کے حالات کو خراب کرنے کے لئے وہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر ناچ

رہے ہیں‘ لیکن انہیں شاید ابھی تک اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ مسلمان ناموس رسالتؐ کے مسئلے پر کسی قسم کی رواداری کے قائل نہیں۔ قادیانوں جیسے گستاخ اور اسلام دشمن گروہ سے آخر کس طرح رواداری برتی جاسکتی ہے؟ قادیانیوں کے کفریہ عقائد کے سامنے تو خود کفر بھی شرمندہ ہے۔ قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ:

☆...... رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی اشاعت مکمل نہ ہوسکی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے آ کر پوری کی۔ معاذ اللہ۔

☆...... مرزا قادیانی کی وحی کے مقابلہ میں حدیث رسول کوئی شئی نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔

☆...... ہر شخص ترقی کر سکتا ہے‘ اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے‘ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ معاذ اللہ۔

☆...... روضہ اطہر معاذ اللہ نہایت متعفن اور حشرات الارض کی جگہ ہے۔ معاذ اللہ۔

☆...... ابوبکرؓ عمر رضی اللہ عنہما مرزا قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہ تھے۔ معاذ اللہ۔

☆...... جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت نہ کرے اور اس کی مخالفت کرے‘ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ معاذ اللہ۔

جب قادیانی‘ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس قسم کے کفریہ عقائد مسلمانوں کے سامنے بطور تبلیغ پیش کرتے ہیں‘ تو ہر ذی شعور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ مرزائی آخر ملکی حالات کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں؟ ان کی کفریہ تبلیغ پر پابندی کے باوجود بھی حکمران طبقہ نہ جانے کیوں ان کی سرگرمیوں کا نوٹس نہیں لیتا؟ جب مسلمان ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر عشق رسالتؐ میں مست ہو کر وہ اس کفریہ یلغار کے خلاف سینہ سپر ہو جاتا ہے اور یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اب اس ملک میں یہ کفر نہیں چلے گا اور وہ ناموس رسالتؐ کے گستاخوں کا جینا دوبھر کر دیتا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں ۱۹۵۳ء‘ ۱۹۷۴ اور ۱۹۸۴ء میں چلنے والی بھرپور تحریکات ختم نبوت اس کی زندہ مثال ہیں‘ جو اسی جذبہ کے تحت چلائی گئیں۔ اس سے قبل کہ اس قسم کے حالات دوبارہ پیدا ہوں‘ حکمران طبقہ کو چاہئے کہ وہ قادیانیوں کی سازشوں کو سمجھتے ہوئے ان کی سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لے اور وطن عزیز میں کلیدی عہدوں پر فائز قادیانی‘ جو در اصل اس قسم کے خطرناک حالات پیدا کرنے کا اصل سبب ہیں‘ انہیں فی الفور برطرف کیا جائے۔

موجودہ بدلتی ہوئی عالمی صورت حال کے پیش نظر وطن عزیز انتہائی نازک حالات سے گزر رہا ہے‘ عالم کفر اور اسلام دشمن افراد پاکستان کے متعلق اچھے ارادے نہیں رکھتے‘ ان حالات میں انتہائی ضروری ہے کہ وطن عزیز کی کلیدی آسامیوں سے ملک وملت کے دشمن قادیانیوں کو فی الفور الگ کیا جائے۔ ختم نبوت کے باغیوں‘ یہود ونصاریٰ کے ایجنٹوں‘ قادیان کی خود ساختہ نبوت کے پیروکاروں کا ملک میں کلیدی عہدوں پر فائز رہنا ملک وملت کے لئے ہرگز ہرگز سود مند نہیں‘ بلکہ یہ وطن عزیز کی بنیادیں کھوکھلی کرنے اور ملک وملت سے غداری کے مترادف ہے‘ جس کا انسداد وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کے اندرون وبیرون ملک کے تمام قارئین کرام کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کراچی منی آرڈر‘ چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

یاد رہے کہ جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۹ سے بوجہ ہوشربا گرانی‘ کاغذ وڈاک خرچ رسالہ کی قیمت میں اضافہ کیا جا چکا ہے۔

نیا سالانہ زرتعاون : ۳۵۰ روپے ہے‘ آئندہ اس حساب سے رقم ارسال فرمائیں۔

نوٹ : اپنے خریداری نمبر کی وضاحت بھی ضرور فرمائیں۔ شکریہ (ادارہ)

کتاب اللہ کی تازگی و شگفتگی

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

امت یا انسانوں کے کسی فرد کے لئے کسی بھی زمانہ میں یہ عذر نہیں ہوسکتا کہ وہ مراتب یقین' قرب و وصول' رضا و مقبولیت' رجوع و انابت' تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتا' البتہ اس کے اسباب دوسرے ہوسکتے ہیں' جیسے ضعف ارادہ و کم ہمتی' مادیت اور خواہشات کی پیروی' یا قرآن و حدیث سے ناواقفیت وغیرہ' ورنہ یہ دین تو زندگی' قوت وجدت سے پر' تمام دنیوی واخروی سعادتوں کا جامع ہے' جس پر محنت وعزم واخلاص کے ساتھ عمل کے ذریعہ کوئی بھی انسان' قرب وبلندی اور کمال کے ان اعلیٰ درجات تک پہنچ سکتا ہے' جن کے اوپر صرف نبوت کا مقام ہے۔

ہمارے سامنے اس کی کھلی دلیل خدا کی معجزانہ اور ابدی کتاب ہے' جو قوت وحیات سے لبریز ہے' اور جس کی تازگی و شگفتگی میں نہ کوئی فرق پڑتا ہے' نہ اس کے عجائبات اور کرشمہ جات کی کوئی انتہا ہے' اور نماز بھی جو قوت وحیات سے بھرپور ہے' ایسی ہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس تک وصول اور ولایت ومحبوبیت کی منازل تک پہنچانے میں دین کے شعبوں میں بھی اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتی' اور ان دونوں چیزوں کے ذریعہ ہر زمانہ میں امت کے مخلص اور صاحب عزیمت افراد' ایمان و یقین' علم ومعرفت' ربانیت وروحانیت' قرب وولایت کے اس مقام تک پہنچتے رہے ہیں' جہاں اذکیاً کی ذکاوت وذہانت اور علماً وحکماً کے قیاس کی بھی رسائی نہیں' اور ایسے لوگوں کی تعداد حدو شمار سے باہر رہی ہے۔

دین کے یہ دونوں سرچشمے اس امت کے افراد اور اس کی نسلوں کو برابر قوت نمو' حیات ونشاط اور خالص روحانیت سے سیراب وشاداب کرتے رہے ہیں' اور ان کے ذریعہ یہ امت کسی نئی نبوت و بعثت سے بے نیاز ہوکر اپنی زندگی کے ہر دور اور تاریخ کے ہر مرحلہ میں خدا پرستانہ زندگی گزارتی اور قرآن ونماز سے قلب وروح کی تقویت پاتی رہی اور اپنے زمانہ کی ہدایت و رہنمائی کا ہاتھ بڑھاتی رہی ہے' اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے' اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی اور (تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین (پسند کیا) اسی نے پہلے (یعنی پہلی کتاب) میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور خدا کے (دین کی رسی) کو پکڑے رہو' وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔'' (سورۂ حج)

پھر خود اس دین میں ہر مخالف دین چیز کے خلاف ابھارنے والی ایک عجیب قوت پوشیدہ ہے' جو ہر بے راہ روی اور انسانیت اور باقی ماندہ خیر وصلاح کو ضائع اور تلف کرنے والی قوت کے خلاف بغاوت برپا کرتی ہے' اور باطل کے چیلنج کا جواب دینے اور شروفساد کی قوتوں اور فساد و الحاد کے داعیوں سے لڑنے' دینی معیار کو برقرار رکھنے' اخلاقی نظام کو کنٹرول کرنے' جابر بادشاہوں کے سامنے جان کا خطرہ مول لے کر کلمہ حق کہنے' منفعتوں اور لذتوں کے ہم رنگ زمین دام سے بچنے' بدعات وخرافات' فتنوں اور گمراہیوں پر نکیر کرنے پر آمادہ کرتی ہے' خواہ اس میں جان و مال کا کتنا ہی خسارہ اور جسمانی تکلیف واذیت کا کیسا ہی خطرہ کیوں نہ ہو' چنانچہ یہ کتاب مسلمانوں کو برابر عدل پر قائم رہنے اور اپنے

والدین واقرباء تک کے خلاف سچی گواہی دینے اور انہیں نیکی وتقویٰ سے تعاون اور گناہ وسرکشی سے عدم تعاون' جہاد فی سبیل اللہ' ملامت گروں کی ملامت سے بے پروائی' معروف کا حکم دینے اور منکر سے روکنے' اللہ اور اللہ والوں کا دوست بننے' شیطان اور اس کے اعوان وانصار سے لڑنے' دین کو دنیا کے بدلہ فروخت نہ کرنے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینے کی ترغیب دیتی رہی ہے' اسی طرح صریح' صحیح اور قطعی حدیثیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ترک کرنے والے اور خدا کے دشمنوں' دین میں تحریف کرنے والوں اور بدعتیوں سے موالات اور مصالحت کرنے والوں کو وعید سناتی ہیں' اور اس قسم کی حدیثیں تواتر اور شہرت عام کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں' اللہ کی کتاب دنیا کے ہر مقام اور تاریخ کے ہر موڑ پر ایسے لوگ پیدا کرتی رہی ہے جو جہاد واجتہاد کا علم بلند کئے رہے' اور دعوت واصلاح کی تحریکوں کی قیادت کرتے اور نتائج وانجام کی پروا کئے بغیر حق وباطل کے معرکوں میں اترتے رہے ہیں:

"تو ان میں بعض ایسے لوگ ہیں
جو اپنی نذر سے فارغ ہوگئے اور بعض
ایسے ہیں کہ انتظار کررہے ہیں اور انہوں
نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔"
(سورۃ احزاب:۲۳)

یہی وہ کتاب ہے جس نے مسلمانوں کو فساد وضلالت کے دھاروں میں بہنے اور جاہلیت وبے اعتدالی کا ساتھ دینے سے روکے رکھا' کمزوروں میں نئی روح پھونک دی اور سوئی ہوئی ہمتوں اور بجھتے ہوئے دلوں میں بھی ایمان اور غیرت وحمیت کے شعلے بھڑکا دیئے۔

☆☆......☆☆

مولانا سید محمد رابع حسنی

مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز

اس عالم اسلام کی روشنی جب مکہ مکرمہ سے ظاہر ہوئی اور اسلام کے آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی دعوت دی اور معاشرہ کو جاہلیت کے ظالمانہ اور نفس پرستانہ راستہ سے ہٹا کر انصاف اور تقویٰ کے راستہ پر ڈالنے کا آغاز کیا تو معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرہ کو صحیح علم کی طرف بھی متوجہ کیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس توجہ ربانی سے معاشرہ بے علمی اور جہالت کے اندھیرے سے نکلنا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ عربوں کا یہ جاہلی معاشرہ علم کا گہوارہ بن گیا' لیکن یہ علم انسانیت کی فلاح وبہبود کا تھا اور انسان کو جانوروں کے صرف خورد ونوش اور خود غرضانہ مار دھاڑ کے راستہ سے ہٹا کر بے غرضی' خدا طلبی اور ایک دوسرے سے ہمدردی کا راستہ اختیار کرنے کا علم تھا' چنانچہ مخلصانہ اور انسانیت سے خیر خواہانہ نبوی جدوجہد سے ایسا پاک وصاف معاشرہ قائم ہوا کہ تاریخ انسانیت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اس کے اثر سے انسان اس شاندار راہ پر چلنے لگا اور اپنے حاصل کردہ علم میں توسیع پیدا کرنے لگا' اس نے اس نبوی علم کے ساتھ زندگی کے دیگر علوم بھی حاصل کئے اور اپنی زندگی کو دونوں طرح کے علوم سے مزین کیا۔ اس کے نتیجہ میں ایسا معاشرہ تیار ہوا جس کی نظیر نہ دینی لحاظ سے ملتی تھی اور نہ دنیوی اعتبار سے نظر آتی تھی' پھر بتدریج مسلمانوں میں انحطاط آنا شروع ہوگیا اور ان میں اولاً علم کو بجائے انسانی فلاح وصلاح کے استعمال کرنے کے' اپنی ذاتی ترقی اور خود غرضانہ مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا آغاز ہوگیا' پھر علم کی طرف توجہ کم ہوتی گئی اور ذاتی ترقی اور خود غرضانہ مقاصد کی اہمیت بڑھتی گئی۔

یہ تھا مسلمانوں کے معاشرہ کے زوال و انحطاط کا نقطۂ آغاز جس نے بتدریج مسلمانوں کو انسانی قافلوں کے بالکل پیچھے کی قافلہ کی جگہ پہنچا دیا اور دوسرے غالب ہوئے اور مسلمان معتوب بنے' دوسرے علم وطاقت سے مسلح اور مسلمان علم وطاقت سے محروم بنے' یہ ایک ایسا المیہ تھا جس کا نمونہ گزشتہ صدی کے عالم اسلام میں پوری طرح ملتا ہے۔ البتہ موجودہ صدی میں احساس بیدار ہونا شروع ہوگیا ہے اور امت مسلمہ کے اہل فکر ودانش اور اہل غیرت و ایمان' امت کو اس کی سابقہ عزت ومقام تک لے جانے کی فکر کرنے لگے' جس کا اظہار اہل فکر کے مضامین اور تصنیفات میں ملنے لگا' اور اب تو بکثرت اہل علم اس مسئلہ کو موضوع بنا رہے ہیں' لیکن ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس کو صرف موضوع بحث بنانے سے مقصد پوری طرح حل نہیں ہوسکتا' ضرورت ہے کہ اس کو عمل میں لانے کے لئے رہنمائی کی جائے' اس کے لئے آغاز اسلام میں جو طریقہ زندگی اور طریقہ عمل اختیار کئے گئے تھے' اس کو اولین نمونہ سمجھا جائے' پہلے خود اپنے اندر ایمان واخلاص اور جذبہ عمل پیدا کیا جائے' پھر اس کے بعد دوسروں کو اس کی دعوت دی جائے تاکہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے اور جہالت وبدعملی اور ظلم وستم کا خاتمہ ہو۔

ایمان اور اخلاص نیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی."

ترجمہ: "بلاشبہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے' اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے' جس کی وہ نیت کرے۔"

یہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے' جس میں فرماتے ہیں کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور یہ اس لئے فرمایا کہ نیت کو بڑا دخل ہے اور نیت میں بڑی برکت ہے' آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اعمال تو ہوتے ہیں' مگر ہماری نیت خالص نہیں ہوتی' ریا ونمود کی آمیزش ہو جاتی ہے' جس کی وجہ سے سب اعمال بے کار اور محنت ضائع ہو جاتی ہے' اور من جملہ اعمال کے ایک بڑا عمل اللہ کے دین کی دعوت اور تبلیغ بھی ہے' اس میں بھی نیت کی ضرورت ہے' لہٰذا اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری دعوت اللہ کے لئے ہو جائے اور دل کے اندر تڑپ ہو' ذوق وشوق اور محبت ہو اور اس بات کا داعیہ پیدا ہو جائے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے' اخلاص سے دعوت دینا بڑا مشکل کام ہے' اس کو وہی انجام دے سکتا ہے جو مؤید من اللہ ہو' اللہ ہی کی توفیق وتائید سے یہ آسان ہو سکتا ہے' جس طرح ایک شفیق طبیب' مریض پر مہربان ہوتا ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ اس کو شفا ہو جائے اور یہ تندرست ہو جائے' تو اس کے لئے نسخہ تجویز کرتا ہے' دوائیں دیتا ہے' پرہیز بتلاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا ہے' چنانچہ پہلے زمانہ کے اطباً ایسے شفیق ہوتے تھے کہ سب تدبیریں بتلا کر رات کو اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے تھے کہ یا اللہ! اس مریض کو شفا ہو جائے۔

مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ

تو جب طبیب جسمانی اپنے مریضوں پر اس قدر شفیق ہوتا ہے' پھر انبیاً علیہم السلام' جو طبیب روحانی ہیں' ان کی شفقت کا کیا کہنا؟ وہ تو سراپا شفقت ہوتے ہیں' چنانچہ انہوں نے دنیا جہان والوں کو اللہ کی طرف بلایا' پتھر وہ کھاتے تھے' لعن طعن وہ برداشت کرتے تھے' کانٹے ان کی راہ میں بچھائے جاتے تھے' ان کو طرح طرح سے ستایا جاتا تھا اور بڑی بڑی مصیبتیں ان کو پہنچائی جاتی تھیں' مگر وہ مخلوق پر ایسے شفیق تھے کہ پتھر کھا کر دعا کرتے تھے' تکلیفیں برداشت کرتے تھے' ان کی نظر اللہ ہی پر تھی' وہ اللہ ہی کے لئے بولتے تھے' اس لئے ان کی نیت کا اثر لوگوں پر بھی پڑتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے بڑھ کر شفقت فرمانے والے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مخلوق پر کوئی شفیق نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بندہ جہنم میں جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی مقصد یہ تھا کہ سارے جہاں کے لوگ ایمان لائیں اور جہنم سے بچ جائیں' مگر اللہ کی مشیت کا فیصلہ کچھ اور ہے' اللہ تعالیٰ نے جہنم کو بھی بنایا ہے اور اس میں بھی لوگوں کو جانا ہے اور اس کی حکمت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں' نبی کا کام دعوت دینا اور تبلیغ کرنا ہے اور اللہ کے احکام کو بندوں تک پہنچا دینا ہے' رہی ہدایت' تو وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ قوم ان کو پریشان کرتی اور ستاتی تھی حتیٰ کہ "ساحر' کاہن اور مجنوں" کا خطاب دیتی تھی مگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ان کے حق میں بددعا فرماتے' نہ کوئی کلمہ نکالتے' بلکہ خود اللہ تعالیٰ ہی ان کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں:

"آپ سے پہلے کوئی رسول ایسا نہیں آیا' جس کو لوگوں نے ساحر اور مجنوں نہ کہا ہو۔"

اور فرماتے ہیں:

"آپ صبر کیجئے جیسا کہ اولوالعزم پیغمبروں نے کیا۔"

نیز ایک جگہ فرماتے ہیں:

"جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں' اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جایئے۔"

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر کھا کر' لعن طعن سن کر ان کے ظلم کا بدلہ نیکی سے دیتے رہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور مقدس قلب کی وہ حالت تھی جس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا' نبی کا حال بھلا امتی کیا سمجھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سراپا شفقت و رحمت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش اور تمنا یہ تھی کہ اللہ کے بندے ایمان لائیں' جنت میں جائیں' جہنم سے بچ جائیں' اللہ کو راضی کریں اور زندگی کا مقصد حاصل کریں۔

تقریر کرنا بہت آسان ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض اللہ کے لئے بولنا اور اس طور پر بولنا کہ اس سے کوئی دوسرا مقصد نہ ہو' نہ مال کا طالب ہو' نہ جاہ کا طالب ہو' نہ دولت کا طالب ہو' بس وہ صرف یہ چاہتا ہو کہ اللہ کے لئے اللہ کے دین کی دعوت دے تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے' یہ بہت مشکل کام ہے' یہ منصب نبوت اور کار نیابت ہے' اس کے لئے تو وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا' جس کو انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا اور ان کا طریقہ یہی ہے کہ وہ نہ مال کے طالب ہوتے' نہ جاہ کے طالب ہوتے بلکہ ان کو صرف اللہ کو راضی کرنے کی فکر ہوتی ہے اور ان کی توجہ ہر وقت صرف اس طرف رہتی ہے کہ اللہ کے بندے کسی طرح ہدایت پائیں' وہ دل سے دعا بھی کرتے ہیں اور اللہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ کی باتوں کو پہنچاتے ہیں' اور ان کو اللہ تعالیٰ نے جو دعوت کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے' وہ یہ ہے:

"آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے (کہ جس میں شدت و خشونت نہ ہو) بحث کیجئے۔"

انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کی نیابت میں جو لوگ دین کی دعوت دیتے ہیں' وہ بھی یہی کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں' اس کی کتاب پڑھ کر سناتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے محبوب کی حدیثوں کو سناتے ہیں' اسلامی اور ایمانی زندگی بنانے کی اور من مانی زندگی سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور اسلام کے معنی کیا ہیں؟ ہم نے کبھی اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی' اسلام کے معنی ہیں: اپنے آپ کو سپرد کر دینا اور حوالے کر دینا' جب ہم نے یہ کلمہ پڑھ لیا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور توحید و رسالت کا اقرار کر لیا تو بہت بڑی بات کا اقرار کیا' یہ کلمہ دیکھنے میں تو ایک بول ہے' مگر سمجھ لیجئے کہ بہت قیمتی اور بڑا وزنی ہے' اگر اس کی حقیقت سمجھنا ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے سمجھ لیں' جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اپنی جان' مال اور اپنی اولاد کو' اپنے عیش و راحت کو' اپنی عزت کو' اپنی ساری چیزوں کو قربان کر دیا' صحابہ کرامؓ یہی کلمہ پڑھتے تھے' جس کی وجہ سے انگاروں پر لٹائے جاتے تھے' سینے پر پتھر رکھا جاتا تھا' کانٹے چبھوئے جاتے تھے' مارے جاتے تھے' ذلیل کئے جاتے تھے' وطن سے نکالے جاتے تھے' مگر وہ ہر حال میں ثابت قدم رہے اور سبحان اللہ! کیا ان کا پڑھنا تھا' انہوں نے اللہ کی توحید کا اقرار کر لیا تھا' ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل ایمان تھا' اس لئے ساری مصیبتوں کو برداشت کرتے تھے اور اس میں وہ اپنی عزت سمجھتے تھے' اور ان سب تکالیف میں ان کو لذت ملتی تھی' درحقیقت اس کلمہ کا مزہ انہیں کو ملتا تھا اور انہیں کو اصلی کیفیت اور حقیقی حلاوت حاصل ہوئی تھی' ہم لوگ بھی کلمہ پڑھتے ہیں' لیکن دیکھ لیں کہ کیا ہماری بھی یہی کیفیت ہے؟ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر آج امتحان لیا جائے تو بہت تھوڑے لوگ اس کلمہ کو سمجھنے والے نکلیں گے' کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان کو کلمہ بھی نہیں آتا' نہ اس کلمہ کی حقیقت جانتے ہیں' نہ اس کی منشا کو سمجھتے ہیں' یہ کلمہ جنت کی کنجی ہے اور یہ کلمہ اتنا وزنی ہے کہ ساتوں طبق زمین اور ساتوں طبق آسمان اس کے مقابلہ میں ہلکے ہیں۔

☆☆.........☆☆

دنیا کی حرص و طمع

مولانا ابوبکر غازی پوری

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ بات واشگاف ہوتی ہے کہ دنیا کی اتنی طلب اور اس کی اتنی حرص جو انسان کو آخرت سے غافل کردے اور اس کو دنیا کا غلام بنادے بڑی مذموم اور بُری چیز ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام دنیا سے بالکل بے تعلق ہونے کی دعوت نہیں دیتا بلکہ اس کی تعلیم تو یہ ہے کہ زمین میں پھرو اور اللہ کے فضل و نعمت کو حاصل کرو۔

قرآن پاک میں جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے' یہ انفاق بلاکسب مال کے کیسے ہوسکتا ہے؟ فقراء' مساکین' یتامیٰ' بے کسوں اور لاچاروں کی امداد و اعانت بہترین عمل ہے' اس کے لئے ضرورت ہے کہ انسان کے پاس پیسہ ہو۔ اس لئے جائز طریقہ پر مال حاصل کرنا ضروری ہے۔ قرآن و احادیث میں ہمیں اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں خود صحابہؓ کی زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں ایک جماعت تھی جس کا شمار اونچے درجہ کے مالداروں میں ہوتا تھا' حضرت عثمانؓ عرب کے مشہور تاجر تھے' حضرت ابوبکرؓ کی ابتدائی زندگی میں امیرانہ جاہ و شکوہ تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس جو دولت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو اسی' اسی ہزار درہم ملے تھے۔ (جامع بیان العلم ص۲۰ ج۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے پاس ستر ہزار درہم تھے' اسی طرح تابعین میں ایک بڑا طبقہ مالداروں کا تھا' ائمہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ثروت و مالداری زبان زد عوام ہے۔ فقیہ مصر امام لیث زبردست تاجر تھے' حضرت عبداللہ بن مبارک کا لقب ہی ''التاجر السفار'' پڑ گیا تھا۔ حضرت امام وکیعؒ ایک لاکھ سے کاروبار کیا کرتے تھے۔

غرض صحابہ کرامؓ سے لے کر تابعین اور تبع تابعین تک جو خیر القرون کا زمانہ تھا اور دین کا گھر گھر چرچا تھا اور عہد نبوت سے قریب تھا' ہر شخص کے دل میں دین کا سودا تھا' اس وقت بھی کسی نے مال و دولت کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا' اور دنیا سے انقطاع کی دعوت نہیں دی اور بلاوجہ فقر و فاقہ کی زندگی کو اختیار نہیں کیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ سے پناہ طلب کی ہے اور امت کو اسی کی تعلیم دی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے:

''اللھم انا نعوذبک من الفقر والفاقہ والقلۃ والذلۃ.''

(جامع بیان العلم ج۲ ص۱۶)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیرے ذریعہ محتاجی اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں اور مال کی کمی اور ذلت سے پناہ مانگتا ہوں۔''

کبھی آپ دعا میں کہتے:

''اللھم انی اسئلک الھدیٰ والتقیٰ والعفۃ والغنا''

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت' پرہیزگاری' پاکدامنی اور غنا کا خواستگار ہوں۔''

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

''جس شخص کو اخلاص اور اللہ کی بلاشرکت غیر عبادت اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی بنا پر رزق عطا کیا گیا تو اس کا انتقال اس حال میں ہوگا کہ اللہ اس سے راضی رہے گا۔''

اور ابوقلابہ فرماتے ہیں:

''لا تضر کم الدنیا اذا شکر تم اللہ''

ترجمہ: ''تم نے اگر اللہ کا شکر ادا کیا تو دنیا تم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔''

غرض نیت خالص کے ساتھ' اللہ کی رضا جوئی کے لئے' اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے' اہل حاجت کی اعانت و دستگیری کے لئے دنیا کا حاصل کرنا اور مال و دولت کا جمع کرنا کبھی بھی مذموم نہیں رہا ہے اور نہ شریعت نے اس سے روکا ہے بلکہ بسا اوقات نفل عبادتوں پر طلب رزق کا مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اہل و عیال کی پرورش انسان کا فریضہ ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی نفلی عبادتوں سے کہیں اہم ہے۔

بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام دنیا سے الگ ہوکر زندگی گزارنے کی دعوت نہیں دیتا ہے اور نہ کسب مال اس کے نزدیک فی نفسہٖ برا عمل ہے' بلکہ جو چیز اسلام کی نگاہ میں بُری ہے اور جس کی وجہ سے دنیا اور اہل دنیا کی مذمت کی جاتی ہے' وہ دنیا کا حد سے زیادہ لالچ اور حرص ہے' جو انسان کو آخرت سے غافل بنا دیتی ہے اور انسان دنیا میں پھنس کر اپنے پیدا کرنے والے کو بھلا بیٹھتا ہے' آخرت سے اس کا رشتہ کمزور ہو جاتا ہے' اسے دن رات صرف پیسہ کمانے اور دولت جمع کرنے کی فکر رہتی ہے' خواہ یہ دولت کسی طریقہ سے بھی حاصل ہوتی رہے' وہ فرائض و واجبات کا بھی تارک بن جاتا ہے' مال کی حرص اس کو بے چین اور پراگندہ خاطر بنائے رکھتی ہے' دوسروں کی دولت کو دیکھ کر اس میں حسد و طمع کا عارضہ پیدا ہوتا ہے اور ناشکری کے جذبات پرورش پاتے ہیں' وہ اپنے مال کو غلط جگہ پر لگاتا ہے اور اپنے سے کم مال والے کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے' دین و شریعت کا اس کی نگاہ میں کوئی وزن نہیں رہتا۔

غرض جب حرص و آز اس درجہ کو پہنچ جائے اور دنیا اس درجہ مطلوب ہو جائے کہ شرعی قوانین و اخلاق کی بھی انسان پرواہ نہ کرے اور انسان اللہ کا بندہ ہونے کے بجائے روپے پیسے کا بندہ بن جائے' تو بلاشبہ ایسے شخص کے لئے کتاب و سنت میں سخت وعید ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

''جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی' اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

سورۂ یونس میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ انسان کی اگر یہی خواہش ہے کہ اسے دنیا حاصل ہو جائے تو اسے دنیا دے دی جاتی ہے' مگر ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' فرمایا گیا:

''جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہے' ہم اس کے اعمال کا بدلہ بلا کسی کمی کے دنیا ہی میں پورا پورا دے دیتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں سوائے آگ کے' انہوں نے جو کچھ کیا' سب اکارت گیا اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں' وہ باطل ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

''دنیا کی زندگی دراصل دھوکا کی پونجی ہے اور آخرت کا گھر وہی اصل زندگی ہے۔''

ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا:

''دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ شیطان تم کو اللہ کے بارے میں دھوکے میں رکھے۔''

یہ دولت کے جمع کرنے والے بیشتر وہ ہوتے ہیں' جنہیں نہ دین کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ انسانی اخلاق کی' وہ اپنے کو ہر قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جو کمایا ہے' یہ ان کی عقل و دانش اور سعی و عمل کا فیض ہے' وہ اس دولت کو اپنے لئے رحمت سمجھتے ہیں اور ان کے تمرد' سرکشی اور ناشکری اور کفران نعمت کے باوجود بھی جو ان کے پاس دنیا سمٹتی آرہی ہے' وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا خدا ان سے راضی ہے' حالانکہ ان کی اس سرکشی اور کفران نعمت کے بعد بھی دنیا نے جو ان پر اپنا دروازہ کھول دیا ہے' یہ خدا کا عذاب ہے' یہ فتنہ اور آزمائش ہے' جس کا انہیں اپنی غفلت' بے پروائی اور آخرت فراموشی کی وجہ سے ادراک نہیں ہو پاتا' یہ عذاب کی وہ رسی ہے' جس میں ہر آنے والے دن وہ کستے چلے جارہے ہیں۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا:

''آپ اس چیز کی طرف نگاہ نہ کریں جو ہم نے ان کافروں میں سے کچھ کو اس دنیا میں فائدہ اٹھانے کے لئے دے رکھی ہے' یہ محض دنیا کی رونق ہے' ہم ان کو آزمانا چاہتے ہیں' آپ کے رب کا رزق زیادہ بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔''

بہر حال یہ سمجھ لینا کہ معصیت اور حقوق ناشناسی کے باوجود مال و دولت کی کثرت اور آرام و راحت کی زندگی جو ہمیں حاصل ہے' یہ خدا کا فضل ہے' یہ نفس کا فریب اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ آخرت کو نظر انداز کرکے اور خدا سے غافل ہوکر زندگی گزارنے والا شخص بہر حال اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ دیر یا سویر اس کو اپنی اس غفلت اور آخرت فراموشی کا مزہ چکھنا ہے بلکہ بسا اوقات اس کی یہ دولت خود اس کے لئے عذاب بن جاتی ہے اور وہ اس دنیا ہی میں اس عذاب کا مزہ چکھ لیتا ہے' اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ عذاب آسمانی عذاب کی طرح کوئی عذاب ہو بلکہ یہ بھی اللہ کا زبردست عذاب ہے کہ انسان سے خیر و شر کی تمیز اٹھ جائے' اس کی سرکشی اور اللہ سے بغاوت بڑھتی جائے' گمراہی و شقاوت کی تہہ دبیز سے دبیز تر ہوتی چلی جائے' حرص و طمع کی وجہ سے وہ لوگوں میں بدنام اور حقیر ہو' اس کی اولاد نافرمان ہو' ذہن کا سکون اور قلب کا اطمینان غائب رہے' یہ ساری شکلیں عذاب ہی کی ہیں اور شاید ہی کوئی بندۂ دنیا ایسا ہوگا' جس کے ساتھ عذاب کی ان شکلوں میں سے کوئی شکل نہ پائی جاتی ہو۔

نیز جب مال و زر کی کثرت ہوتی ہے اور انسان شرعی و اخلاقی قیود سے آزاد رہتا ہے تو عموماً اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں' جس سے پورا معاشرہ گندہ ہوتا ہے۔ چوری' زنا' قتل و غارتگری' بغض و عداوت' حسد و طمع وغیرہ سینکڑوں بیماریاں ہر روز جنم لیتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر درہم و دینار اور سونے چاندی کے دروازے کھول دیتے ہیں تو اس قوم میں قتل و خونریزی اور رشتہ داروں سے قطع تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔" (جامع بیان العلم ص۱۱ ج۲)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا:

دنیا سے بے رغبتی قلب کو آرام پہنچاتی ہے اور دنیا کی خواہش رنج و غم کو زیادہ کرتی ہے۔ (الجامع الصغیر جلد۲ ص۸)

ان احادیث و آیات سے معلوم ہوا کہ مال و دولت جس طرح انسان کی راحت و آرام کا باعث ہے' اسی طرح جب انسان کی حرص و طمع بڑھ جائے' دوسروں کے حقوق پامال ہونے لگیں اور انسان کی نگاہ میں دنیا اور دنیا کی چمک دمک ہی سب کچھ ہوجائے تو یہی مال اس کے لئے لعنت اور عذاب بن جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے:

"جب تم دیکھو کہ اللہ کسی کو دنیا دے رہا ہے اور وہ انسان معاصی میں پڑا ہوا ہے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل دی گئی ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا:

"چھ چیزیں انسان کے عمل کو ضائع کردیتی ہیں: (۱) مخلوق کے عیوب میں لگنا' (۲) دل میں قساوت کا ہونا' (۳) دنیا کی محبت میں پڑنا' (۴) حیا کا کم ہونا' (۵) بڑی امیدیں رکھنا' (۶) ظلم سے باز نہ رہنا۔" (جامع الصغیر ص۱۹ ج۲)

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی حرص و ہوس انسان سے جواں مردی کے اوصاف ختم کردیتی ہے اور اس کو بزدل بنادیتی ہے' لوگوں کے دل سے اس کی ہیبت ختم ہوجاتی ہے' اور ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منها هيبة الاسلام"

ترجمہ: "جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اس سے اسلام کی ہیبت چھین لی جائے گی۔"

آج مسلمانوں کی حالت پر غور کرو اور دیکھو کس طرح یہ حدیث ان پر حرف بحرف صادق آرہی ہے۔ دنیا کمانے کی فکر' مال و متاع اور عیش و تنعم کی خواہش نے ان کو آخرت سے غافل کردیا ہے' دنیا کو اس نے سب کچھ سمجھ رکھا ہے' اور اس دنیا کے سامنے اسے آخرت کی زندگی کی کوئی فکر نہیں ہے' دنیا کی چمک دمک نے اس کی نگاہ کو خیرہ کردیا ہے اور آج مسلمان اسلامی اخلاق و کردار کو پامال کرتے ہوئے ہر طرح دنیا کمارہا ہے' جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی اسے قطعاً پروا نہیں ہے' لیکن کیا مال و دولت کی کثرت کے باوجود بھی انہیں عزت و آبرو کا وہ مقام حاصل ہوسکا جو ایک باغیرت قوم کے لئے باعث افتخار ہوا کرتا ہے؟

اسلامی مملکتوں کو دیکھو' ان کی زمین سے دولت کا چشمہ ابل رہا ہے' عیش و تنعم کے سارے اسباب مہیا ہیں اور ان کا معیار زندگی بلند سے بلند تر ہورہا ہے لیکن کیا اس زندگی سے ان کی وہ ہیبت و شان بھی باقی ہے' جس سے قیصر و کسریٰ کے محلات لرزتے تھے؟ کیا آج بھی وہی مسلمان ہیں' جن کے نام سے قصر باطل میں زلزلہ پیدا ہوتا تھا؟ آج تو دولت کی اس ریل پیل کے باوجود بھی آبرو کی زندگی سے بھی امت مسلمہ محروم ہے اور اس کی عظمت گزشتہ کا ہلکا سا نشان بھی باقی نظر نہیں آتا۔

دنیا کمانے کا جذبہ جب انسان میں حد سے فزوں ہوجاتا ہے تو اس کا دل ہر وقت دنیا کے افکار میں گھرا رہتا ہے' اس سے اس کا اطمینان رخصت ہوجاتا ہے اور اگر کبھی اس کی تجارت فیل ہوگئی یا اس میں نقصان پیدا ہوگیا یا اسے اور کسی مادی خسارے سے دوچار ہونا پڑا تو اس کی راتوں کی نیند حرام ہوجاتی ہے اور غم سے نڈھال ہوجاتا ہے' یہ دن رات کا مشاہدہ ہے' اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

"دنیا ملعون اور دنیا کی ہر چیز ملعون ہے' سوائے اس حصہ کے جو اللہ کے لئے ہو (یعنی جو کام اللہ کے لئے دنیا میں رہ کر کیا جائے' وہ تو مقبول ہے' اس کے سوا جو کچھ بھی ہے' وہ سب خیر سے خالی ہے)۔"

دنیا انسان کے لئے امتحان ہے' اللہ تعالیٰ اس کو مختلف چیزوں سے سجا کر اور اس میں عیش و تنعم کا ہر طرح کا سامان پیدا کرکے اپنے بندہ کو آزمانا چاہتا ہے کہ میرا بندہ دنیا کی ان نمائشی چیزوں کو دیکھ کر اور اس میں رہ کر مجھے یاد رکھتا ہے یا دنیا کی اس چمک دمک سے متاثر ہوکر مجھ سے غافل ہوجاتا ہے اور میرے احکام سے آنکھ بند کرکے اور میرے مقرر کردہ ضابطۂ حیات سے بے پروا ہوکر زندگی گزارتا ہے' اسی بات کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

"دنیا بہترین سرسبز و شاداب جگہ ہے اور اللہ اس میں تم کو پیدا کرکے دیکھنا چاہتا ہے کہ تم لوگ کیسے عمل کرتے ہو۔"

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا:

"دنیا مؤمنین کے لئے قید خانہ ہے اور کافروں کے لئے جنت ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جس کا ایمان آخرت پر

ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہاں کی زندگی چند روزہ ہے' یہ گھر دارِ قرار نہیں بلکہ دارِ فرار ہے' وہ اس دنیا سے اس طرح گھبراتا ہے جس طرح قیدی قید خانہ سے' قیدی کو قید خانہ میں آرام و راحت کا کتنا بھی سامان مہیا ہو وہ چاہتا ہے کہ جلد از جلد یہاں سے نکلے' اسی طرح مومن کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ مطمح نظر دنیا کو نہیں بلکہ آخرت کو بناتا ہے اور اس گھر میں منتقل ہونے کے لئے بے چین رہتا ہے' دنیا کی آرائش و زیبائش اسے بالکل نہیں بھاتی' بخلاف کافر کے کہ وہ دنیا ہی کو دارِ اصلی سمجھتا ہے' اس کے پیش نظر صرف یہی زندگی رہتی ہے' اس لئے وہ یہاں رہ کر اپنے لئے زیادہ سے زیادہ عیش و راحت کا سامان جمع کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

''جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کا سب سے بڑا مقصد دنیا ہی ہو' تو اللہ کے یہاں اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں چار چیزیں پیدا کر دیتا ہے جو اس کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہیں: (۱) غم جس سے اس کو کبھی چھٹکارا نہیں رہتا' (۲) مشغولیت جس سے وہ کبھی فارغ نہیں رہتا' (۳) فقر کہ وہ کبھی غنا کو پہنچ ہی نہیں پاتا (۴) امید کہ اس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہوتی ہے۔'' (احیاء العلوم ص ۱۷۶ ج ۲)

اہل دنیا کی زندگی کا جائزہ لو اور پھر دیکھو کہ جو چار چیزیں اس حدیث میں بیان کی گئی ہیں' کیا ان کی زندگی اور زندگی کے شب و روز اس حدیث کی حقانیت و صداقت کا کھلا اعلان نہیں کر رہے ہیں؟ کیا مال و دولت کی کثرت نے ان کو فکر و غم سے نجات بخش دی ہے؟ کیا ایک ایک پیسہ کے لئے اب بھی وہ تگ و دو نہیں کر رہے ہیں؟ کیا ان کی تمنائیں و آرزوئیں پوری ہوگئیں؟ سکون و راحت کا کوئی لمحہ انہیں میسر ہے؟ سچ ہے کہ دنیا میں پڑ کر دنیا کے چکر سے نکلنا بڑا دشوار امر ہے' یہاں ہر روز ایک نئی خواہش ابھرتی ہے اور جنم لیتی ہے' انسان کے پاس کتنی ہی دولت ہو جائے' وہ ایک پیسہ کے لئے ہزار طرح کی مشقت برداشت کرتا ہے' اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لیس الغنی من کثرۃ العرض انما الغنی غنی النفس''

ترجمہ: ''غنا مال کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل غنیٰ نفس کا غنا ہے۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے' جن کے نزدیک دنیا کی حقیقت مٹی سے زیادہ نہیں تھی۔ (احیاء العلوم ص ۱۸۳ ج ۲)

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ قلب میں جب دنیا کی محبت ہے' اس قلب میں خیر کا گزر نہیں ہوپاتا۔ (ایضاً) اور گناہ کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے تو قلب متوحش رہتا ہے' اس لئے کہ قلب میں خیر کا گزر نہیں ہو پاتا۔ (ایضاً)

حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابودرداءؓ کو لکھا کہ میرے بھائی! دنیا سے بچو' دنیا اتنی نہ جمع کرو کہ تم سے اس کا شکر ادا نہ ہو سکے۔ (احیاء العلوم ص ۲۰۰ ج ۲)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ یہ صدا لگاتا ہے کہ: ''تھوڑا مال جو تمہیں کافی ہو وہ اس زیادہ سے بہتر ہے جو تم کو سرکش بنادے۔'' (احیاء العلوم ص ۲۰۷ ج ۲)

عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ حرص دو طرح کی ہوتی ہے: ایک نافع اور ایک ضار۔ ''نافع'' تو وہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری کا حریص ہو اور ''ضار'' وہ ہے کہ انسان دنیا کا حریص ہو جائے۔ (جامع بیان العلم ۱۶۱ ج ۱)

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حرص اور اس کی محبت اس درجہ پیدا ہو جائے کہ انسان کے دل سے آخرت کا خیال ختم ہو جائے' وہ حلال و حرام کی بھی پروانہ کرے' دوسروں کے حقوق پامال ہوں' دنیا کی زندگی ہی اس کی نظر میں سب کچھ ہو جائے' وہ بڑا قابل ملامت انسان ہے' اگر چند باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو انسان بڑی حد تک دنیا کی حرص و طمع سے محفوظ رہ سکتا ہے:

اول:...... وہ ان آیات و احادیث میں بار بار غور کرے جن میں دنیا اور اہل دنیا کی مذمت ہے۔

دوم:...... وہ اپنے انجام پر غور کرے اور یہ کہ اسے دنیا میں کتنے روز رہنا ہے اور اس دنیا سے وہ کہاں تک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

سوم:...... اللہ والوں کی زندگی کا مطالعہ کرے اور اس زندگی کا اہل دنیا کی زندگی سے موازنہ کرے تاکہ اسے معلوم ہو کہ کس کی زندگی سکون و عافیت اور آرام و چین کی زندگی ہے؟ خاص طور پر انبیاء کرام اور صحابہ کرامؓ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرے۔

چہارم:...... اللہ کے غضب اور اس کی صفت قہر و جلال کو سامنے رکھے جس کا آخرت فراموشوں کو سامنا کرنا پڑے گا۔

پنجم:...... صبر و قناعت' توکل اور زہد فی الدنیا کے فضائل پر غور کرے۔

ششم:...... وہ دیکھے کہ عام طور پر اہل دنیا میں خطرناک اخلاقی امراض پیدا ہو جاتے ہیں' مثلاً حسد' کینہ' ظلم' بخل وغیرہ اور پھر ان امراض کے نقصانات پر غور کرے۔

ان چند امور کا لحاظ کرنا انشاء اللہ دنیا کی حرص و طمع سے نجات دلانے کے لئے کافی ہوگا۔

☆☆......☆☆

صحابیات کا بلند کردار

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مردوں کی زندگی کے مختلف شعبوں میں خواتین کا تعاون بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے' اس کے بغیر دنیا کے بہت سے کام مکمل طریقے سے انجام نہیں دیئے جاسکتے' البتہ اس تعاون کی حدود مقرر ہیں' جن سے خواتین کو باہر نہیں نکلنا چاہئے لیکن ان حدود کے اندر رہ کر وہ زندگی کے مختلف شعبوں کو فائدہ پہنچاسکتی ہیں۔ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں عورتوں نے اپنی حدود اور جائز پابندیوں کا لحاظ رکھتے ہوئے زندگی کے مختلف کاموں کو بہت فائدہ پہنچایا۔ سیرت رسول علیہ السلام کے مطالعہ سے بھی اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔

بعض مواقع پر تو ان کا کردار اس قدر بلند اور نمایاں نظر آتا ہے کہ بہت سے مرد بھی اس سلسلے میں ان کی ہمسری نہیں کرسکتے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی زندگیاں اس کی مثالوں سے پُر ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام کے پھیلانے' اس پر ثابت قدمی دکھانے' جہاد میں خدمتی کاموں کو انجام دینے اور مردوں کو نہایت دانشمندانہ مشورہ دینے میں خواتین کا پایہ بہت بلند ملتا ہے۔ اسلام پر ثابت قدمی کا یہ حال تھا کہ حضرت عمارؓ بن یاسر اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر اس قدر ایذا دی جاتی تھی کہ اس منظر کی تاب لانا بھی مشکل تھا' لیکن ان کا خاندان اس کے باوجود اسلام پر جما رہا' اس وقت کے حالات میں ان کو کوئی مدد نہیں پہنچائی جاسکتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب ان کے سامنے سے گزرتے تو صرف اس قدر فرماتے ہوئے گزرتے تھے کہ: اے یاسر کے خاندان والو! صبر کرو جنت ملے گی' ان لوگوں نے واقعی صبر کیا' حضرت عمار کی والدہ کو اسلام سے پھیرنے کی کفار نے انتہائی کوشش کی اور برابر ایذا پہنچاتے رہے' لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور تکلیف جھیلتے جھیلتے جان دے دی۔

زندگی کے ہر شعبے میں خواتین اسلام کی پختگی' دانشمندی اور بہادری کے صدہا ایسے واقعات ملتے ہیں' جن سے ایک طرف عورتوں کا پایہ نہایت بلند معلوم ہوتا ہے اور دوسری طرف آنے والی نسلوں کے لئے وہ بہتر نمونہ نظر آتا ہے۔

عہد اول میں بھی عورتوں کی خدمات بڑی قیمتی نظر آتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ سے یہ صاف طور پر پتا چلتا ہے کہ اسلام کی تائید ونصرت میں ان کا نمایاں حصہ رہا ہے اور بعض مواقع پر تو انہوں نے نہایت پیچیدہ صورت حال کو محض اپنی فہم و دوراندیشی یا جرأت وہمت سے حل کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا سے واپس تشریف لاتے ہیں' آپ کے کاندھوں پر نبوت کا وہ زبردست بوجھ ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے آپ کے اوپر رکھا گیا ہے' آپ اپنے کو اس بوجھ کے ساتھ دنیا کے زبردست انسانی کنبے میں تنہا اور اپنے شانوں کو اس بوجھ کے اٹھانے سے کمزور محسوس کررہے ہیں۔ اس حال میں آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے ہیں اور ان کے سامنے صورت حال رکھتے ہیں' وہ اطمینان دلاتی ہیں اور پوری ہمدردی کرتی ہیں' جب آپؐ پر وحی آتی تھی تو آپؐ پر اس کا اس قدر بوجھ پڑتا تھا کہ جاڑے کے موسم میں بھی پسینہ آجاتا تھا' جب آپؐ پر پہلی بار وحی آئی اور آپ گھر لوٹے تو آپ نے حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ سنایا' پھر فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا تھا' وجہ یہ تھی کہ آپ نے ایسی بات دیکھی جو اس سے قبل نہ دیکھی تھی اور نہ آپ کے خیال میں گزری تھی۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ سے کہا کہ یہ آپ کو مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا' آپ تو رشتوں کو جوڑتے ہیں' سچی باتیں کرتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' بے زری کی امداد کرتے ہیں' مہمان

کی ضیافت کرتے ہیں اور گردش روزگار میں مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں‘ اس کے بعد وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں‘ تاکہ وہ آپ کے معاملے میں رائے دیں‘ کیونکہ ان کو سابقہ مذاہب کا اچھا علم تھا‘ پھر حضرت خدیجہؓ نے صرف ورقہ بن نوفل سے دریافت کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صورت حال کا خود بھی مطالعہ کیا اور آپ کی نبوت کی حقانیت کو خود سمجھنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ جو شخص آپ کے پاس وحی لے کر آتے ہیں‘ وہ جب آئیں تو مجھے مطلع کیجئے گا‘ بہرحال جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے حضرت خدیجہؓ کو مطلع کیا‘ انہوں نے آپ کو اپنے سے مل کر بیٹھ جانے کو کہا‘ پھر اس سے اور زیادہ قریب ہوجانے کو کہا۔ حتیٰ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں سے ہٹ گئے‘ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ حضرت جبرئیل ہٹ گئے تو انہوں نے کہا کہ اب آپ اپنے پر جم جایئے اور خوش ہوجایئے کیونکہ یہ آنے والا فرشتہ ہے‘ کوئی بدروح نہیں ہے‘ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغام کے پھیلانے پر گامزن رہے اور اس سلسلے میں اپنی قوم کی مخالفت اور ہر طرح کی ایذا رسانی برداشت کرتے رہے‘ حضرت خدیجہؓ نہ صرف یہ کہ آپ پر سب سے پہلے ایمان لائیں‘ بلکہ آپ کے کام میں آپ کی پوری مدد بھی کرتی رہیں‘ ان کے تعاون و دلداری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت کچھ تکلیف کم ہوجاتی تھی‘ جب آپ کسی مشرک سے برا اور سخت جواب یا انکار سن کر بہت زیادہ متاثر اور غمگین ہوکر گھر تشریف لاتے تو حضرت خدیجہؓ آپ کی دلداری اور آپ کے تاثر کو ہلکا کرتیں‘ آپ کی تائید و تصدیق کرتیں اور لوگوں کی بے رخی و بدمعاملگی کو آپ کے دل سے ہلکا کرتی تھیں۔

یہ درحقیقت بہت بڑی خدمت تھی‘ جس کا اعزاز اس امت مسلمہ میں کسی بھی خاتون کو حاصل نہ ہوسکا اور نہ کسی خاتون ہی کو اتنی بڑی ذمہ داری سپرد ہوئی جتنی بڑی حضرت خدیجہؓ کے سپرد ہوئی‘ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کو ساری عمر یاد فرماتے رہے‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں ایک بیش بہا موتیوں کے محل کی بشارت بھی دی اور حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خدیجہؓ کو سلام بھی پہنچایا۔ ذرا تصور کیجئے اس اعزاز کا جو حضرت خدیجہؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی سلام پہنچنے پر حاصل ہوا‘ یہ سب کیوں ہوا؟ محض اس وجہ سے کہ حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں‘ یہ نہیں؟ بلکہ حضرت خدیجہؓ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قیمتی تعاون کی وجہ سے حاصل ہوا‘ جو انہوں نے اسلام کے نازک ترین دور میں اللہ کے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا‘ اسی لئے حضرت خدیجہؓ کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی نہیں بلکہ اسلامی دعوت کے لئے ایک بڑا سانحہ تھی‘ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر تک حضرت خدیجہؓ سے بڑا تعلق رہا‘ یہ تعلق بعض وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات کو محسوس ہوجاتا تھا۔

حضرت خدیجہؓ تو تاریخ اسلام کی خاتون اول ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس زمانے کی ساری ہی خواتین نے نہایت شیفتگی اور اسلام کے ساتھ نہایت تعلق اور دین کی مدد میں نہایت سمجھداری کا ثبوت دیا ہے‘ اس سلسلے میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ام سلمہؓ کا نہایت دانشمندانہ مشورہ کس قدر مفید ثابت ہوا‘ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ہجری میں مکہ کے ارادے سے اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے‘ حدیبیہ کے مقام پر جو مکہ سے تھوڑی ہی دور ہے‘ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نیک ارادہ (جو بقول بعض حج کا تھا) سے باز رکھنا چاہا‘ اس وقت مسلمانوں کی طاقت اتنی تھی کہ وہ کفار سے ٹکر لے سکتے تھے‘ اس لئے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ باوجود اس کے کہ مسلمان نیک ارادے ہی سے آئے ہیں اور صرف حج کرنا چاہتے ہیں لیکن کفار ان کو زبردستی روک رہے ہیں‘ تو ان کو بہت ناگوار ہوا‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں سے مصالحت کا ارادہ فرمالیا تھا‘ مسلمانوں کو مصلحت معلوم نہ تھی اس لئے ان کی غیرت وحمیت اور جوش کو زبردست دھچکا لگا وہ بے تاب ہوگئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کرسکتے تھے‘ البتہ ان کے ذہن اتنے متاثر ہوئے کہ تھوڑی دیر کے لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بھی تعمیل کرنے سے معذور رہے‘ حتیٰ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ قربانی کے جو جانور ساتھ لائے گئے ہیں وہ یہیں ذبح کردیئے جائیں اور لوگ اپنے بال منڈوا کر احرام کھول دیں تو لوگ تعمیل کی طرف متوجہ نہ ہوسکے‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا‘ جب آپ نے لوگوں کو خاموش اور جامد پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ام سلمہؓ کے پاس اندر تشریف لے گئے اور اس بات کا افسوس کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اس وقت انہوں نے جو مشورہ دیا‘ اس سے ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اصحابؓ کی طرف سے جو شکایت تھی وہ رفع ہوگئی اور دوسری طرف آپ کے حکم کی تعمیل بھی ہوگئی‘ انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تشریف لے جائیں اور کسی سے بات نہ کریں‘ آپ اپنے جانور کی قربانی کریں اور اپنے حجام کو بلاکر بال بنوالیں‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا‘ جس کو دیکھ کر سارے اصحابؓ کے ذہن اطاعت کی طرف متوجہ ہوگئے‘ اور سب نے آپ کو دیکھ کر ویسا ہی کیا‘ جیسا آپ نے کیا تھا اور اس طرح اس حکم کی تعمیل بحسن وخوبی ہوگئی‘ جس کو تھوڑی دیر پہلے لوگ نہیں کررہے تھے۔

ازواج مطہرات باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قریبی اور بے تکلفی کا تعلق رکھتے تھے‘ ایسا نہ تھا کہ آپ کے احترام میں کسی طرح کی کمی دکھائیں۔ اس سلسلے میں حضرت ام حبیبہؓ کا واقعہ بڑی اچھی مثال ہے‘ جب ان کے والد ابو سفیان (جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے) فتح مکہ سے کچھ قبل ایک اہم ضرورت سے مدینہ منورہ آئے تو اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھی گئے‘ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر موجود تھا‘ اس پر جب وہ بیٹھنے لگے تو ام المومنین نے ان کو اٹھادیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں سمجھا کہ تم نے اس بستر کو اس لئے اٹھادیا ہے کہ مجھ سے فروتر سمجھا‘ یا اس لئے کہ مجھ کو اس بستر سے فروتر سمجھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور آپ مشرک نجس آدمی ہیں‘ اس لئے مجھے پسند نہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھیں۔

اسی سے ملتا جلتا احتیاط کا ایک واقعہ وہ بھی ہے جو ریحانہ بنت عمرو بن خنانہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ غزوۂ بنی قریظہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں آئی تھیں اور تا وصال آپ کی ملک میں رہیں‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اپنی زوجیت کے شرف میں لینے کی پیشکش رکھی‘ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اپنی باندی ہی رکھیں‘ اس سے میرا اور آپ کا دونوں کا بوجھ ہلکا رہے گا‘ اسی طرح پر وہ اس عظیم ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے سے محتاط رہیں‘ جس کے تقاضوں کو پورا کرنے سے شاید اپنے کو کمزور سمجھ رہی تھیں۔

امہات المومنین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ سے تعلق انتہا درجے کا تھا‘ ہر وہ بات جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرت ہوتی ہو اس کی کوشش اور جس سے آپ کو ملال ہو‘ اس سے احتیاط آخری حد تک رہا‘ واقعہ افک میں جن لوگوں نے حصہ لیا‘ ان میں حضرت حسانؓ بھی تھے‘ ان کے الفاظ اور گفتگوؤں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی دل آزاری ہوئی تھی اور وہ ان سے زخم خوردہ تھیں‘ لیکن حدیث شریف میں مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ اس کے باوجود اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسانؓ کو برا کہا جائے اور فرماتی تھیں کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے حسب ذیل شعر کہا:

ان ابی و والدہ و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

ترجمہ: میرے باپ اور دادا اور
خود میری آبرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
آبرو کے لئے سپر ہیں۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور فدائیت میں اسلام کے دور اول کی خواتین کا حال یہ تھا کہ بنی دینار کی ایک خاتون جن کے والد‘ بھائی اور شوہر تینوں غزوۂ احد میں شہید ہوئے‘ لیکن جب ان کو تینوں کی شہادت کی اطلاع پہنچائی گئی تو انہوں نے برملا کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا: بخیر ہیں‘ انہوں نے کہا کہ مجھے دکھاؤ‘ میں دیکھوں گی‘ لوگوں نے اشارے سے آپ کو دکھایا‘ انہوں نے دیکھ کر کہا: آپ ہیں تو ہر مصیبت ہلکی ہے‘ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

سوکنوں کی رقابت اور چشمک تو مشہور اور عام بات ہے بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ اس سے غالباً کوئی عورت بھی محفوظ نہیں رہتی ہوگی۔ ازواج مطہرات میں بھی اس سلسلے کے کچھ ہلکے پھلکے جذبات پائے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب زوجہ مطہرہ تھیں‘ ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کا مقابلہ زیادہ تر حضرت عائشہ سے چلا کرتا تھا‘ حضرت ام المومنین عائشہؓ نے اپنی حدیث افک میں اس کا ذکر فرمایا ہے لیکن ذکر اس ضمن میں فرمایا ہے کہ جب ان کے متعلق متعدد آدمیوں نے بے تحقیق باتیں کہیں‘ تو حضرت زینبؓ کے لئے بڑا موقع تھا کہ اس سے فائدہ اٹھاتیں لیکن انہوں نے اس اہم اور نازک موقع پر بھی ام المومنین حضرت عائشہؓ کے متعلق سوائے کلمہ خیر کے کچھ اور نہ کہا۔ حالانکہ دونوں میں چشمک چلا کرتی تھی‘ درحقیقت یہ وہ کسوٹی ہے جس پر بڑے بڑے متقی پورے نہیں اتر سکتے‘ لیکن امہات المومنین کا مقام ہی بہت بلند ہے‘ خواتین اسلام کی خوبیاں ان کی ذاتی اور گھریلو صفات ہی پر منحصر نہ

باقی صفحہ ۱۸ پر

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اخلاق وخدمات کے آئینہ میں

مولانا عبداللہ خالد قاسمی

اخلاق و عادات:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ انتہائی متواضع، منکسر المزاج اور سنت پر عمل کرنے والے تھے، آپ بے حد سادہ زندگی بسر کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے صاحبزادے پیوند لگا کپڑا پہنتے تھے، آپ کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیتے تھے، آپ کی زندگی اتنی سادہ تھی کہ دور دراز سے آنے والے آپ کو پہچان نہیں پاتے تھے، ایک مرتبہ آپ کے گھر کوئی عورت آپ سے ملنے آئی جو آپ کو پہچانتی نہیں تھی، وہ آپ کی اہلیہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، امیر المومنین اس وقت گھر کا پانی بھر رہے تھے، ایک دو مرتبہ جب آپ اندر آئے تو اس عورت نے آپ کو مزدور تصور کرتے ہوئے آپ کی اہلیہ فاطمہ سے کہا کہ یہ مزدور بہت بدتمیز معلوم ہوتا ہے، بار بار آپ کو دیکھتا ہے، فاطمہ نے کہا کہ یہی امیر المومنین ہیں، جن سے تم ملنے آئی ہو، اس عورت کے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہوگیا مگر جب آپ فارغ ہوئے تو اس کے مسائل سنے اور انہیں فوراً حل کیا، آپ کے سامنے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا طریقہ کار تھا، جو صرف جائز خرچ لیتے تھے اور فاروق اعظمؓ کا طرز عمل تھا، جو اسلامی تاریخ میں اپنے سیاسی تدبر اور انداز حکمرانی کے سبب اپنی مثال آپ تھے، مگر اپنے طرز زندگی میں اتنے سادہ تھے کہ پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے۔

نفاذ شریعت:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مشن احیائے شریعت اور قرآنی احکام کا نفاذ تھا، انہوں نے اپنے عُمال کو بہت سختی سے ہدایات جاری فرمائی تھیں کہ یاد رکھو! میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی مخالفت کو برداشت نہیں کروں گا اور اس شخص کو بھی کبھی عامل نہیں رہنے دوں گا جو خدا، رسول اور میرے احکام کے مخالف ہوگا۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ صفحہ ۲۴۲ رشید اختر ندوی)

ان کے تمام خطوط میں اسی قسم کی باتیں ملتی ہیں، جس طرح انہوں نے عاملوں کو خطوط لکھے ویسے ہی خطوط اپنے سپہ سالاروں کو لکھے تھے اور اپنے عہدیداروں اور سپہ سالاروں کا احتساب بہت سختی سے کرتے تھے، انہوں نے شراب پر مکمل پابندی عائد کردی تھی اور شراب کی جو دکانیں تھیں، ان کو بالکل تڑوا دیا تھا اور لہو ولعب کے تمام طریقوں پر قدغن لگادی تھی۔ ابن سعد ایک روایت ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عُمال کے پاس لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفہاء کی عورتیں مردے کی وفات کے وقت بال کھولے ہوئے اہل جاہلیت کی طرح نوحہ کرتی ہیں، حالانکہ عورت کو دوپٹہ اتارنے کی اجازت نہیں ہے، پس اس نوحہ و ماتم پر پوری پابندی لگاؤ، اہل عجم چند چیزوں سے، جن کو شیطان نے ان کی نگاہ میں محبوب کردیا تھا، اپنا دل بہلاتے تھے، پس ان لوگوں کو اس لہو ولعب، راگ باجے سے روکو اور جو باز نہ رہ سکیں، ان کو اعتدال کے ساتھ سزا دو۔ (طبقات ابن سعد ص ۲۹۰)

اسی طرح انہوں نے حجاج بن یوسف کے زمانہ سے بگڑے ہوئے نظام زکوٰۃ کو درست کیا، نماز کی پابندی کرائی۔ مولانا عبدالسلام ندوی رقم طراز ہیں کہ مذہب اور اخلاق کے متعلق اور بھی بہت سے احکام تھے جن کی خلاف ورزی مضر نتائج پیدا کرسکتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان تمام جزئیات کی طرف توجہ کی اور ان سے مسلمانوں کو روکا۔ مثلاً اہل عجم کے اختلاط کی وجہ سے تمام ممالک اسلامیہ میں حماموں کا رواج ہوگیا تھا جن میں مرد و عورت بے باکانہ جاکر اس میں غسل کرتے تھے، آپ نے عورتوں کو حمام جانے سے روک دیا۔ حماموں میں تصویریں بنائی جاتی تھیں، اس کی ممانعت کردی اور اس حکم پر شدت سے عمل کرایا۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ از مولانا عبدالسلام ندوی ص ۱۳۶)

دینی خدمات:

آپ نے تدوین احادیث اور تلاش احادیث کا کام بہت اہتمام سے کرایا، اگر آپ اس طرح توجہ نہ دیتے تو احادیث کا ذخیرہ وجود میں نہ آتا، آپ نے

مدینہ کے گورنر قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ احادیث نبویہ کو تلاش کر کے ان کو لکھ لو کیونکہ مجھ کو علم کے مٹنے اور علماً کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول کی جائے۔ (کتاب العلم بخاری)

آپ نے احادیث کے متعلق مجموعہ تیار کرا کر تمام ممالک مفتوحہ میں تقسیم کرائے۔ دوسری جانب آپ نے اسلامی علوم اور مذہبی تعلیم کے فروغ پر بھی پوری توجہ دی آپ نے اپنے ایک عامل کو لکھا:

''اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیونکہ حدیثیں مرچکی ہیں۔'' (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۴۲)

بہت سے ممالک میں تعلیم کے لئے خود آپ نے متعدد علماً کو روانہ فرمایا' حضرت نافع کو مصر بھیجا' جندل بن ماہان کو جو قرأ میں سے تھے ان کو بھی مصر بھیجا' بدوؤں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کے لئے یزید بن ابی مالک اور حارث بن یلخمد اشعری کو متعین کیا اور افتاء کی خدمت پر متعدد لوگوں کو مقرر کیا' ان تمام ہمہ جہت اصلاحات کا اثر لوگوں کی زندگی پر پڑا ہی پڑا' جانوروں پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوا اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کے دور خلافت میں شیر اور بکری ایک ساتھ ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے اور پوری سلطنت میں فارغ البالی اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا تھا۔

وفات:

آپ کو زہر دیا گیا تھا اس لئے کہ آپ کی سختی نے بنوامیہ کو آپ کے خلاف کر دیا تھا اور وہ آپ کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے' یہاں تک کہ آپ کو زہر دلوایا گیا جس کے اثر سے ۲۵/ رجب ۱۰۱ھ میں ۳۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔

☆☆............☆☆

تین قادیانیوں اور ایک عیسائی کا قبول اسلام

حیدرآباد (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کی تبلیغی کوششوں کی بنا پر تین قادیانیوں اور ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا ہے محمد شاہد قادیانی نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے امیر ڈاکٹر مولانا عبدالسلام قریشی' نائب مہتمم جامعہ عربیہ مفتاح العلوم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ محمد شاہد نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیت ایک جھوٹا مذہب ہے اور مجھے انتہائی شرمندگی ہے کہ میں زندگی کا اتنا حصہ اسلام سے محروم رہا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد ڈویژن کے مبلغ مولانا محمد نذر عثمانی کے ہاتھ پر دو قادیانی خواتین نے اسلام قبول کیا ہے سکینہ بنت شریف اور حنا صبوحی بنت یٰسین نے ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن قاری رفیق اللہ محمد عمران محمد وسیم عثمانی کی موجودگی قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا دونوں نومسلم خواتین کے عزیز واقارب سارے قادیانی ہیں اسلام قبول کرنے پر قادیانیوں نے نومسلم خواتین کو گھروں سے نکال دیا۔ نومسلم سکینہ بنت شریف نے بتایا کہ اس کا والد چار بھائی اور آٹھ بہن قادیانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نے انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔ اسلام ایک سچا اور کھرا مذہب ہے قادیانیت سوائے مکروفریب کے کچھ بھی نہیں نومسلم خاتون نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد تمام مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں نومسلم خواتین نے تمام مسلمانوں سے درخواست کی ہے کہ وہ ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نبی خاتم کے ارشادات کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے مبلغ مولانا محمد نذر عثمانی کے ہاتھ پر دانیال مسیح ولد برکت مسیح سکنہ سکندرآباد کوٹڑی نے جامع مسجد ختم نبوت غریب آباد میں نماز ظہر کے بعد اسلام قبول کیا۔ مسجد ختم نبوت کے امام مولانا عبدالمجید' مولوی مراد' ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن' جناب محمود' ڈاکٹر جلال الدین پنہور' ارباب محمد حق' شیر محمد خاصخیلی بھی مسجد میں موجود تھے' دانیال مسیح کا اسلامی نام غلام محمد رکھا گیا' دانیال مسیح نے بتایا کہ مسجد ختم نبوت کی چھت کی شٹرنگ میں نے کی ہے اور چھت کی بھرائی کے وقت بھی موجود رہا اس پر مولانا عثمانی نے ان سے کہا کہ آج آپ نے اسی مسجد کی چھت کے نیچے بیٹھ کر اسلام قبول کیا ہے' دانیال مسیح کے تمام رشتہ دار عیسائی ہیں اہل محلہ نے اسلام قبول کرنے والے نومسلم بھائی غلام محمد کے اعزاز میں ظہرانہ دیا مٹھائی تقسیم کی گئی تقریب کے آخر میں دعا کی گئی اللہ تعالیٰ تمام بھٹکے ہوئے لوگوں کو اسلام کے سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: صحابیات کا بلند کردار

تھیں بلکہ اس کے باہر بھی ہم کو ان کے کارنامے ملتے ہیں' بہادری' غمگساری اور بہت سی نیک خصوصیات میں یہ خواتین اپنی مثال آپ تھیں۔

غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت رفیدہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرتی تھیں' ان کا خیمہ مسجد نبوی میں لگا ہوا تھا' جب کوئی صحابی گھائل ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ان کو رفیدہ کے خیمے میں لے جاؤ۔

بہادری کا یہ حال تھا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر جب کہ سارے مسلمان خندق کے سامنے مجتمع تھے اور شہر کے محلے مسلمانوں سے خالی تھے عورتیں مردوں سے دور تھیں' شہر کے یہودیوں کی مکاری اور فریب کھل چکا تھا' ایسے موقع پر اس حویلی کے قریب جس میں مستورات مقیم تھیں' ایک یہودی بری نیت سے آتا ہوا نظر آیا' اس کو دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک صحابی سے جو اسی حویلی میں موجود تھے اور بعض کمزوریوں کے باعث میدان جنگ میں نہیں گئے تھے' کہا کہ اس کو بڑھ کر ماریں' انہوں نے معذرت کی تو آپ بذات خود تشریف لے گئیں اور ایک ستون اٹھا کر اس کے سر پر مارا' جس کی تاب نہ لا کر وہ وہیں ختم ہو گیا' اس طرح انہوں نے باوجود عورت ہونے کے دشمن مردوں پر رعب بٹھا دیا۔

بہر حال یہ اور اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں' جن سے تاریخ و سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں' اگر آج کل کی خواتین ان واقعات کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں تو وہ اسلام اور اپنے اسلامی معاشرے کی بیش بہا خدمت انجام دے سکتی ہیں' جس کی بڑی ضرورت ہے۔

☆☆............☆☆

فضول خرچی اور اس کا علاج

فضول خرچی کی مذمت میں آیات قرآنیہ:

’’(اور حلال چیزوں کو) خوب کھاؤ پیو اور حد (شرعی) سے مت نکلو‘ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتے۔‘‘ (الانعام:۱۴۱)

’’بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔‘‘ (بنی اسرائیل:۲۷)

’’اور جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا‘ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔‘‘ (الفرقان:۶۷)

فضول خرچی کی مذمت میں احادیث مبارکہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشاد فرمایا:’’انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کام چھوڑ دے۔‘‘

لایعنی امور میں فضول خرچی بھی شامل ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی آدمی کے قدم حساب کے موقع سے نہیں ہٹیں گے‘ جب تک اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو چکے گا (اور ان پانچ میں سے دو یہ ہیں کہ) اس کے مال کے متعلق سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ (رواہ الترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

فضول خرچی کی حقیقت:

حقیقت میں فضول خرچی یعنی اسراف کہتے ہیں حد سے گزر جانے کو‘ جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خرچ میں انسان حد سے گزر جائے‘

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

بلاضرورت کسی چیز کو خریدنا یا خرچ کرنا اسراف ہے اور اس کی حقیقت تجاوز عن الحد ہے۔ (الاسراف ص ۵‘ دعوات عبدیت ص ۱۴۴‘ ملفوظات وکمالات اشرفیہ)

ضرورت کی تعریف:

ضرورت کی تعریف کم لوگ ہی سمجھتے ہیں‘ اکثر غیر ضروری کاموں کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے‘ ضروری وہ کام ہے جو نہ کرنے سے ضرر ہو۔ (معرفت الہیہ ص:۱۴۶)

ضرورت کی دو قسمیں:

واقعی ضرورت وہ ہے جس کے بغیر دینی یا دنیوی کام رک جائے یا اس میں سخت دقت اور پریشانی ہو‘ یہ تو اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق مباح ہے‘ اور بعض صورتوں میں ضروری بھی ہے‘ مگر اس کی تو انتہا ہو سکتی ہے۔

فرضی ضرورت جس کا دوسرا نام ’’حرص‘‘ ہے‘ اس کی کوئی انتہا نہیں‘ اس کو کرنے کے لئے دنیا میں جو بھی قیمت لی جائے گی‘ متناہی ہوگی‘ پھر متناہی لامتناہی کے کیسے برابر ہو سکتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ کبھی پوری نہیں ہو سکتی‘ تو یہ اسراف ہے ہی‘ اور وبال اخروی تو آخرت میں ہوگا مگر دنیا میں بھی یہ نتیجہ دیکھ لیجئے کہ خاندان کے خاندان اس کی بدولت تباہ ہو گئے۔ (وعظ میرٹھ ص ۱۸ بحوالہ شریعت وطریقت ص۱۹۹)

اسراف سے دین اور دنیا تباہ ہوتے ہیں:

اسراف سے دنیا اور دین دونوں تباہ ہوتے ہیں کیونکہ اول تو اسراف سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے‘ تو وہ گناہ ہوا اور گناہ سے دین خراب ہونا ظاہر ہے۔ دوسرے اسراف سے پریشانی بہت زیادہ لاحق ہوتی ہے اور پریشانی سے دین کا بہت ضرر ہوتا ہے‘ بعض دفعہ اس سے کفر تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ (الاسراف ص:۵)

اسراف بخل سے بھی زیادہ برا ہے:

شریعت نے بخل کو اس لئے جرم قرار دیا کہ

اس سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا اور ''مسرف'' سے لوگوں کو نقصان بہت پہنچتا ہے' مثلاً یہ لوگوں سے قرض لے گا' دوسروں کی امانتیں خرچ کرے گا' کسی کی چیز مانگ کر بازار میں رہن رکھے گا اور روپیہ اپنے خرچ میں لگائے گا۔ (الاسراف ص:۳۸)

اسراف میں دین کو چھوڑنے تک کا خطرہ ہے:

بخل میں یہ احتمال نہیں کہ وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ دے اور اسراف میں یہ اثر ہم کو معلوم ہوا ہے۔ (الاسراف ص ۳۸)

''کاد الفقران یکون کفراً'' یعنی ممکن ہے کہ مفلسی سے خدانخواستہ کفر تک نوبت نہ پہنچ جائے' کیونکہ فضول خرچ انسان کے ہاتھ اگر قارون کا خزانہ بھی لگ جائے تو وہ اسے بھی چند روز میں خرچ کر کے مفلس بن جائے گا۔

آدمی کو وسعت سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہئے:

ایک شخص قیمتی کپڑا نمائش کی نیت سے نہیں خریدتا' تو گنجائش والے کے لئے جائز ہے لیکن عسیر الحال (تنگ دست) کے لئے ناجائز اور اسراف میں داخل ہے۔ (الاسراف ص ۱۷)

پس آدمی وسعت سے زیادہ کیوں بناوٹ کرے؟ بس مسلمانوں کا تو یہ حال ہونا چاہئے:

واستغن ما اغناک ربک بالغنی
واذا لقیک خصاصة فتحمل

پس جس حیثیت سے خدا رکھے اس پر رہنا چاہئے' اگر وسعت ہو تو عمدہ کھانے پینے کا بھی کوئی مضائقہ نہیں اور اگر تنگی ہو تو اسی کے موافق گزر کرنا چاہئے' تو یہ بھی حدود شرعیہ میں ہے' جو ان سے تجاوز ہوگا' وہ اسراف ہو جائے گا۔ (الاسراف ص ۴۷)

اپنی حیثیت سے زیادہ مباحات میں خرچ کرنا جائز نہیں:

اسراف میں وہ خرچ بھی آ گیا جو بلاضرورت' استطاعت سے زیادہ' مباحات یا طاعات غیر ضروریہ میں خرچ کرتا ہے' جس کا انجام بے صبری و بدنیتی ہو' کیونکہ یہ امور معصیت ہیں' اور مفضی الی المعصیت' پس وہ انفاق فی المعصیت ہوا۔ (بیان القرآن ج ۲ ص ۱۷۲)

اسراف کے چند مواقع:

اس کی پوری تفصیل تو ''اصلاح الرسوم'' کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوگی' البتہ بطور نمونہ چند مواقع عرض کرتا ہوں:

☆...... شادی و غمی (مرگ وغیرہ) کی رسموں میں نام کے لئے خرچ کرنا۔

☆...... نفس کو خوش کرنے کے لئے ضرورت سے زیادہ کپڑے یا مکان کی تعمیر یا سجاوٹ یا سواری یا بچوں کے کھیل کود' کھلونوں میں خرچ کرنا۔

☆...... شب برأت اور رمضان المبارک میں ختم القرآن پاک کے موقع پر ضرورت سے زیادہ روشنی (چراغاں) اور آتش بازی پر خرچ کرنا۔

☆...... ریا اور تفاخر کی نیت سے ختنہ' عقیقہ' منگنی وغیرہ کے موقعوں پر خرچ کرنا۔

فضول رقم خرچ کرنا:

جلسہ جلوس کے موقعوں پر بلاضرورت زیادہ رقم خرچ کرنا' فضول خرچ کاموں میں بھلائی نہیں۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ پر کسی صاحب نے اعتراض کیا: لاخیر فی الاسراف یعنی فضول خرچی میں خیر نہیں' اس پر برجستہ فرمایا: لا اسراف فی الخیر یعنی خیر میں اسراف نہیں۔ (معارف گنج مراد آبادی خیر الافادات ص ۱۱۴)

اسراف کا علاج:

خرچ کرنے سے قبل دو امر کا التزام کریں' ایک یہ کہ پہلے سوچا کریں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو آیا کچھ ضرر ہے یا نہیں؟ اگر ضرر نہ ہو تو اس کو ترک کر دیں اور اگر ضرر معلوم ہوتا ہو تو پھر کسی منتظم سے مشورہ کریں کہ یہ خرچ خلاف مصلحت اور نامناسب تو نہیں؟ وہ جو بتائے اس پر عمل کریں۔

(واضح ہو کہ) ضرر سے مراد ضرر واقعی اور حقیقی ہے جس کا معیار شریعت ہے' وہمی اور خیالی ضرر مراد نہیں۔ اہل اللہ کا مذہب رکھیں' رسم و رواج کے ذرا بھی مقید نہ ہوں۔ (انفاس عیسیٰ ص:۱۴۸)

خرچ گھٹائیں تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو۔ (تعلیم الدین ص ۴۷)

بقول حضرت سفیان ثوریؒ اس زمانے میں مال مؤمن کی ڈھال ہے' پس اگر کسی شخص کے پاس روپے پیسہ ہو تو اس کی درستگی کرتا رہے یعنی اس کو بڑھاتا رہے ورنہ کم از کم اس کو برباد نہ کرے کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی اس میں محتاج ہو جاتا ہے تو پہلے اپنے دین پر ہی ہاتھ صاف کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ حلال مال فضول خرچی کو برداشت نہیں کرتا' یعنی وہ اتنا نہیں ہوتا کہ اس کو بے موقع اڑایا جائے اور پھر بھی ختم نہ ہو۔ (حیوۃ المسلمین ص ۱۶۴ شرح السنہ)

☆☆......☆☆

چھٹی قسط

محمد رسول اللہؐ کا قادیانی تصور

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

تو بمنزلہ میرے بروز کے ہے۔

(تذکرہ ص۵۹۶)

تو بمنزلہ میری توحید و تفرید۔

(تذکرہ ص۳۸۱)

تو بمنزلہ میری روح کے ہے۔

(تذکرہ ص۷۴۱)

تو بمنزلہ میرے کان کے ہے۔

(تذکرہ ص۷۴۷)

تو مجھ میں سے ہے اور تیرا بھید میرا بھید ہے۔

(تذکرہ ص۷۰۲)

ہم نے تجھ کو دنیا دے دی اور تیرے رب کی رحمت کے خزانے دے دیئے۔

(تذکرہ ص۳۷۶)

دعوت غور و فکر:

ا:...... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دعوؤں کی بنیاد "فنافی الرسول" پر اٹھائی۔ اس سے ترقی کرکے "ظل و بروز" کی وادی میں قدم رکھا' ظل و بروز سے آگے بڑھے تو حریم نبوت میں پہنچ گئے' اور خاتم النبیینؐ کے بعد دعویٰ نبوت کا جواز پیدا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا نظریہ ایجاد کیا' یوں رفتہ رفتہ وہ بعینہٖ "محمد رسول اللہ" بن گئے' قرآن بھی قادیاں کے قریب ہی اتر آیا۔ (انا انزلنا قریباً من القادیان۔ تذکرہ ص۷۶) اور پھر اس بعثت ثانیہ کے عقیدے سے جو عقائد ابھرے' ان کا بہت ہی مختصر سا خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا جاچکا ہے' یعنی خاکم بدہن مرزا قادیانی رحمۃ للعالمین بھی ہوئے' سید الرسل بھی' باعث تخلیق کائنات بھی' مدار نجات بھی' اور بالآخر کلمہ طیبہ میں بھی محمد رسول اللہ سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد لیا گیا۔

ادھر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بعثت کو روحانیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اقویٰ اور اکمل اور اشد بتایا' اپنے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے سوگنا زیادہ بیان کئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کو ہلال اور اپنے دور کو بدر کامل ٹھہرایا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کو ترقیات کی ابتداء اور اپنے دور کو ترقیات روحانی کی انتہا قرار دیا' ان کے مرید ان کے سامنے یہ ترانہ گاتے رہے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس جیسے نعروں کی بھی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی' جس کے نتیجے میں مرزا صاحب کی جماعت کے بلند ہمت افراد نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی' اور آگے بڑھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت ہی کرادی۔

یہ تمام تفصیل...... نہایت اختصار کے ساتھ...... آپ گزشتہ اقساط میں پڑھ چکے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت نے ایک صدی میں ان عقائد پر جو دفتر کے دفتر تصنیف کئے ہیں' یہ چند عقائد اس سمندر کا ایک قطرہ ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان سطور کو پڑھ کر ہمارے وہ بھائی جو جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے رشتہ عقیدت میں منسلک ہیں' ان سے کیا تاثر لیں گے؟ لیکن میں ان کو صرف ایک سوال پر غور کرنے کی دعوت دوں گا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مرزا قادیانی کی آمد سے پہلے تک تیرہ صدیوں کے مسلمانوں کے یہی عقائد تھے جو جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کے اکابر کے حوالے سے میں اوپر درج کرچکا ہوں؟ بہت موٹی سی بات ہے' جس کے سمجھنے کے لئے دقیق فہم و فکر کی ضرورت نہیں کہ کیا ابوبکر و عمر و عثمان و علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ قادیاں میں مبعوث ہوں گے؟ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے کسی سے یہ عقیدہ منقول ہے؟ کیا تابعین اور ائمہ دین میں سے کوئی اس کا قائل تھا؟ جیسا کہ اوپر عرض کرچکا ہوں خود مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت کے ترجمان الفضل کو اقرار ہے کہ: "مرزا قادیانی سے پہلے کسی مسلمان نے یہ نظریہ کبھی پیش نہیں کیا"...... اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مرزا قادیانی سے پہلے کوئی صحابی' تابعی'

کوئی امام مجدد اس عقیدہ سے آشنا نہیں تھا......اور پھر اس عقیدے سے جو عقائد پیدا ہوئے ان کے بارے میں بھی آپ سن چکے ہیں کہ امت میں کوئی شخص ان کا قائل نہیں تھا......

ہمارے بھائی اگر صرف اسی سوال پر عقل و انصاف سے غور کریں تو انہیں یہ احساس ہوگا کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی ان عقائد کو اپنا کر ”سبیل المومنین“ پر قائم نہیں رہے۔ ادھر قرآن کریم کا اعلان ہے کہ: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور ”سبیل المومنین“ کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چل نکلے تو دنیا میں وہ جو کچھ کرتا ہے ہم اسے کرنے دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔“ اس لئے مرزا قادیانی کے تمام عقیدت مندوں سے گزارش کروں گا کہ اگر انہوں نے واقعی اللہ و رسول کی رضا مندی کی خاطر مرزا صاحب کا دامن پکڑا ہے جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے......تو مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و نظریات معلوم ہو جانے کے بعد ان پر یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ انہوں نے اللہ و رسول اللہ کی رضامندی کے لئے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ کعبہ کو نہیں بلکہ کسی اور ہی طرف کو جاتا ہے وہ ”سبیل المومنین“ (اہل ایمان کا راستہ) نہیں بلکہ یہ اہل ایمان کے راستے سے الٹی سمت کو جاتا ہے۔

۲:......دوسری بات جس پر ہمارے بھائیوں کو غور کرنا چاہئے کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ کہ وہ عین محمد ہیں۔ عقل و دانش کی میزان میں کیا وزن رکھتا ہے؟ اگر مرزا غلام احمد عین محمدؐ ہے تو سوال ہوگا کہ:

۱: مرزا غلام مرتضیٰ کے نطفہ سے کون پیدا ہوا؟
۲: چراغ بی بی کے پیٹ میں کون تھا؟
۳: جنت بی بی کس کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی؟
۴: بچپن میں چڑیوں کا شکار کون کرتا تھا؟
۵: گل علی شاہ (رافضی) کی شاگردی کس نے کی تھی؟
۶: سیالکوٹ کچہری میں گورنمنٹ برطانیہ کا نوکر کون تھا؟
۷: انگریزی عدالتوں میں ”مرجاہاجر“ (یعنی مرزا حاضر!) کی آوازیں کس کو دی جاتی تھیں؟
۸: قانون انگریزی کی تیاری کس نے کی اور اس میں فیل کون ہوا؟
۹: محترمہ حرمت بی بی کو طلاق کس نے دی؟
۱۰: مرزا سلطان احمد اور فضل احمد کو عاق کس نے کیا؟
۱۱: محترمہ محمدی بیگم کا اسیر زلف کون ہوا؟
۱۲: اس سے نکاح کی پیشگوئی کس نے کی؟
۱۳: اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کا معیار کس نے ٹھہرایا؟
۱۴: اور پھر اس سے وصل میں ناکام کون مرا؟
۱۵: نصرت جہاں بیگم کا شوہر کون تھا؟
۱۶: مرزا محمود شریف احمد بشیر احمد کا باپ کون تھا؟

☆......اور دوسری طرف اگر مرزا غلام احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ذات کے دو نام ہیں تو:

۱: حضرت ابوبکرؓ عمر رضی اللہ عنہما کا داماد کون تھا؟
۲: حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہن کا شوہر کون تھا؟
۳: حضرت عثمانؓ اور علیؓ کس کے داماد تھے؟
۴: حضرت فاطمہ زینب رقیہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کس کی صاحبزادیاں تھیں؟
۵: حسن و حسین رضی اللہ عنہما کس کے نواسے تھے؟
۶: بدر و حنین کے معرکے کس نے سر کئے؟
۷: شب معراج میں انبیأ کرام کا امام کون تھا؟
۸: قیصر و کسریٰ کی گردنیں کس کے غلاموں کے سامنے جھکیں؟......وغیرہ وغیرہ۔

کیا پہلے سوالوں کے جواب میں ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرے سوالوں کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لے سکتے ہو؟ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں“ کے ترانے گانے والے ہمارے بھٹکے ہوئے بھائیو! خدا کے لئے ذرا سوچو کہ تم نے ”محمد رسول اللہ“ کو قادیاں میں دوبارہ اتار کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا انصاف کیا؟ اللہ نے عقل و فہم تمہیں بھی عطا فرمائی ہے مرزا صاحب کے دعویٰ میں محمد ہونے کو عقل و خرد کی ترازو میں تولو دیکھو تم نے کس کا تاج کس کے سر پر رکھ دیا ہے؟ کس کی دولت کس کے حوالہ کر دی ہے؟

۳: ہمارے بھائیوں کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی بہت سی قوموں کو اسی ”بروز“ اور ”عین“ کے عقیدوں نے برباد کیا ہے عیسائی قوم کی مثال تمہارے سامنے ہے کہ انہوں نے کس طرح خدا کو انسانی مظہر میں اتار کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام شکم مادر سے پیدا ہوئے وہ اور ان کی والدہ انسانی احتیاج کے تمام تقاضے رکھتی تھیں اس کھلی ہوئی ہدایت کے خلاف عیسائیوں نے ”مسیح عین خدا ہے“ کا دعویٰ کر ڈالا اور وہ ”تین ایک ایک تین“ کے جال میں ایسے پھنسے کہ اس پر پولوسی مذہب کی پوری عمارت تعمیر کر ڈالی کاش ہمارے بھائیوں نے اس سے عبرت لی ہوتی اور اسلام جن غلط نظریات کو مٹانے کے لئے آیا تھا اسلام

ہی کے نام پر ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرتے۔

قادیانی یہ دعوے کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسائی مذہب کی بنیادوں کو ہلا ڈالا' حالانکہ اگر عقل سے صحیح کام لیا جائے تو نظر آئے گا کہ مرزا قادیانی نے "مرزا عین محمد ہے" کا نظریہ ایجاد کرکے عیسائیت کی بنیادوں کو اور مستحکم کردیا' ذرا سوچئے! اگر عیسائی یہ سوال کریں کہ: "اگر مسیح موعود عین محمد ہوسکتا ہے تو مسیح ابن مریم عین خدا کیوں نہیں ہوسکتا؟" تو آپ کے پاس خاموشی کے سوا اس کا کیا جواب ہوگا؟

پھر اگر مرزا غلام احمد قادیانی "بروز محمد" ہونے کی وجہ سے "عین محمد ہیں" تو وہ "بروز خدا" ہونے کی وجہ سے "عین خدا" کیوں نہیں؟...... مرزا غلام احمد قادیانی کو صرف "بروز محمد" ہونے کا ہی دعویٰ نہیں بلکہ "بروز خدا" ہونے کا بھی دعویٰ ہے۔ اب اگر ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا "بروز" ہونے کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مع تمام صفات وکمالات کے حاصل ہے حتیٰ کہ نام' کام' مقام اور منصب ومرتبہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حاصل ہوچکا ہے' تو "بروز خدا" ہونے کی وجہ سے ان کو خدائی مع اپنے تمام صفات وکمالات کے کیوں حاصل نہیں؟

۴: ہمارے بھولے ہوئے بھائیوں کو ایک اور نکتہ پر بھی غور کرنا چاہئے' وہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو احساس تھا کہ ان کا دعویٰ نبوت آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے منافی ہے' اس سے بچنے کے لئے انہوں نے "فنا فی الرسول" اور "ظل وبروز" کا راستہ اختیار کیا' اور دعویٰ کیا کہ چونکہ وہ بروزی طور پر بعینہ محمد رسول اللہ کی بعثت ثانیہ کا مظہر ہیں' اس لئے ان کے دعوے نبوت سے ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی' ہاں اگر "محمد رسول اللہ" کی جگہ کوئی اور آتا تو ختم نبوت کی مہر ضرور ٹوٹ جاتی' چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک (مدعی نبوت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان) کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ باعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو' اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑے کے نبی کہلائے گا' کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلی طور پر' پس باوجود اس شخص کے دعوے نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا پھر بھی وہ سیدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا' کیونکہ یہ "محمد ثانی" اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد' جو درحقیقت خاتم النبیین تھے' مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں' اور نہ اس سے مہر خاتمیت ٹوٹتی ہے' کیونکہ میں بارہا یہ بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیأ ہوں' اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے' پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیأ ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا' کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ' روحانی خزائن ص۲۱۲' ج۱۸)

مرزا صاحب کی اس طویل تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ میں چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور مظہر ہونے کی وجہ سے بعینہ محمد رسول اللہ ہوں' اس لئے میرے نبی ہونے سے خاتمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ غور کیجئے! اپنی نبوت کے لئے جو طریق استدلال پیش کیا ہے' کیا یہی طریق عیسائی لوگ' الوہیت مسیح کو ثابت کرنے کے لئے پیش نہیں کرتے؟ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ روح اللہ ہیں' اس لئے ان کے انسانی قالب میں خدا کی روح جلوہ گر تھی' اور چونکہ مظہر خدا ہونے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) وہ بعینہ خدا ہیں' اس لئے ان کے خدا کہلانے سے توحید کی مہر نہیں ٹوٹتی ہے۔ اگر مرزا قادیانی کا بروز محمد ہونا ممکن ہے اور اس سے خاتمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی' تو روح اللہ بروز خدا کیوں نہیں؟ اور اس سے توحید کی مہر کیونکر ٹوٹ جاتی ہے' اگر مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ ان کے نبی ہونے سے محمدؐ کی نبوت محمدؐ ہی کے پاس رہتی ہے' تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کہلانے سے بھی خدا کی خدائی کسی اور پاس نہیں جاتی۔ استغفر اللہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے بروزی نظریہ پر جتنا غور کرو' اس کی غلطی واضح ہوجائے گی' واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بروزی بعثت نے عقیدہ "توحید در تثلیث" پر مہر تصدیق ثبت کردی' یا یوں کہا جائے کہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قادیاں میں (بشکل مرزا) دوبارہ اتار کر ایک "جدید عیسائیت" کی طرح ڈال دی۔

(جاری ہے)

علماء کرام کے قاتل کب ملیں گے؟

گزشتہ دنوں سے ایک سوچ ذہن پر طاری ہے کہ ہمارے ملک میں کتنے سانحات گزر چکے ہیں؟ ان میں سے سب سے بڑا سانحہ علماء کرام کی المناک شہادت ہے اور اس کے ساتھ مہنگائی کا عفریت' نہ قاتل سامنے آئے اور نہ ہی مہنگائی پر کنٹرول' حالانکہ موجودہ وزیراعظم کو لایا ہی یہ کہہ کر گیا تھا کہ ماہر معاشیات واقتصادیات ہے' ہمارے ملک کی ڈولتی ناؤ سنبھل جائے گی' لیکن یوں لگتا ہے کہ اب تو بالکل ہی لے ڈوبنے کا پروگرام ہے' مہنگائی ختم نہ ہوئی اور علماء کرام کے قاتل نہ ملنا اب تو کسی انقلاب کا انتظار لگتا ہے۔

بات ہو رہی تھی علماء کرام کی المناک شہادت کی اور قاتلوں کے نہ ملنے کی' موجودہ صدر مملکت کے آنے کے بعد ہمارے لئے سب سے بڑا سانحہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت کا ہے۔ اس کے بعد جامعہ فاروقیہ کے مدرسین' پھر مولانا مفتی نظام الدین شامزی' ایم این اے مولانا محمد اعظم طارق' پھر مفتی محمد جمیل خان' مولانا نذیر احمد تونسوی اور اس کے بعد مفتی عتیق الرحمن اور ایک اور قیامت برپا ہوئی ۱۲/ ربیع الاول کو جلسہ نشتر پارک میں لیکن تمام واقعات پر حکومت کی طرف سے صرف طفل تسلی اور ایف آئی آر نامعلوم افراد کے نام اور کیس داخل دفتر' اور دوسری طرف دو مرتبہ صدر پاکستان پر حملہ' وزیر اعظم پر حملہ' کور کمانڈر کراچی پر حملہ' تمام حملہ آور مجرم مل گئے اور کیس چلا' سزا کا اعلان بھی ہو گیا' ہر عقل سلیم رکھنے والا سوچنے پر مجبور ہے کہ یہ دوہرا معیار کیوں؟

۱۸/ مئی ۲۰۰۰ء کو راقم' مولانا اللہ وسایا صاحب مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہمراہ اندرون سندھ کے دورہ پر حیدر آباد میں تھا' اطلاع ملی کہ مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید کر دیئے گئے۔ ڈرائیور عبدالرحمن خان بھی وعدہ وفا کر کے اور صاحبزادہ محمد یحییٰ زخمی ہوئے' جس وقت مولانا شہید ہوئے ان دنوں ہمارے ملک کے حکمرانوں نے قانون ناموس رسالت کو تختہ مشق بنایا ہوا تھا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور مولانا محمد یوسف

مولانا محمد علی صدیقی

لدھیانوی شہیدؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ۲۰/ مئی ۲۰۰۰ء کو پورے ملک میں ہڑتال اور مظاہرہ کی کال دی ہوئی تھی۔ مولانا شہادت پر فائز ہو گئے' مولانا کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بہت لکھا جاتا رہے گا' اس لئے کہ حضرت لدھیانوی شہیدؒ اتنا لکھ گئے کہ خود حضرت کے رفقاء مولانا سعید احمد جلال پوری کی رفاقت میں ختم نبوت کے دفتر پرانی نمائش کراچی میں اب تک اسے سمیٹ رہے ہیں' لیکن اس چھ سالہ دور میں بھی مکمل نہ ہو سکا۔ مولانا لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت پر جناب پرویز مشرف صاحب نے بہت سے وعدے کئے اور کہا کہ ہم قاتلوں کے قریب پہنچ چکے ہیں' بہت جلد وہ بے نقاب ہو جائیں گے۔ حکومت کے ان اعلانات پر الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نہ پہلے فریب میں آئی نہ اب ہے' ہم تو صرف ایک بات جانتے ہیں کہ جس جرم کے مجرم نہ ملیں' اس کی مجرم حکومت وقت ہوتی ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سمیت دیگر علماء کرام کے قاتل اندھے نہیں ہیں' سر عام ہیں اور اس اسلامی ملک میں ہیں جس کے لئے دین کے نام پر حضرت شہید کے خاندان اور اساتذہ مولانا خیر محمد رحمہ اللہ وغیرہ نے دل وجان سے قربانی دی ہے۔ اگر علماء کرام کے قاتل نامعلوم ہیں تو پھر ہم سوال کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ صدر پاکستان' وزیراعظم پاکستان اور کور کمانڈر کراچی پر حملہ کرنے والے مجرم کس طرح مل گئے؟ اور ان کی سزا کا اعلان بھی ہو گیا؟

حکومت کی ایک خاتون مشیر کا آبپارہ اسلام آباد میں چند ٹکے کا موبائل فون چھین لیا جاتا ہے' مجرم مل جاتے ہیں' لیکن نہیں ملتے تو علماء کرام کے قاتل نہیں مل سکے؟ حکومت کو علماء کے قاتل بھی نہیں ملتے اور نہ مہنگائی ختم ہوتی ہے' جس نے لاتعداد لوگوں کو خودکشی پر مجبور کر دیا ہے' اس مہنگائی سے مجبور ہو کر ملک کے باسی اپنے معصوم بچوں کو خود قتل کرنے پر مجبور ہو گئے' اس لئے کہ وہ ان کو بھوکا تڑپتا دیکھ نہیں سکتے' انصاف کے ترازو میں اگر دیکھیں تو یہ قتل بھی حکومت کے ذمہ ہیں۔

علماء کرام کی پے درپے شہادتوں سے ہم غمگین ضرور ہیں لیکن مایوس نہیں، ایک دن انشاء اللہ ضرور ایسا آئے گا، جب ان علماء کرام کے قاتل بے نقاب ہوں گے اور وہ خود لوگوں کو بتائیں گے کہ ہم ہی علماء کے سفاک قاتل ہیں اور ہمیں سکون نہیں ہے، اور حشر کے میدان میں تو لہو شہادت جب فریادی ہوگا تو قاتل غضب الٰہی سے بچ نہ پائیں گے، اب بھی وقت ہے جناب صدر صاحب! جتنا جلدی ممکن ہوسکے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے لے کر سانحہ نشتر پارک تک کے مجرموں کو بے نقاب کرکے قرار واقعی سزا دیجئے۔

دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ مولانا لدھیانوی شہید سے لے کر سانحہ نشتر پارک تک کا واقعہ کوئی مذہبی فرقہ واریت نہیں ہے، ان واقعات کو دہشت گردی اور ملک عزیز میں بدامنی کی سازش تو کہا جاسکتا ہے، فرقہ واریت نہیں، جو لوگ ان حضرات کی شہادت کو فرقہ واریت سے جوڑ رہے ہیں وہ نہ ملک کی کوئی خدمت کررہے ہیں اور نہ اسلام کی، اور یہ بات ملک کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔

ہم ایک بار پھر حضرت مولانا خواجہ خان صاحب کی امارت اور مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی نظامت میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مولانا مفتی نظام الدین شامزی، مولانا مفتی محمد جمیل خان، مولانا نذیر احمد تونسوی کے لہو سے وعدہ کرتے ہیں کہ جس مشن پر آپ حضرات نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے، اس مشن کو جاری و ساری رکھیں گے اور مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تن، من، دھن قربان کرنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

☆☆..........☆☆

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے فرمایا:

"صیہونیت اور قادیانیت کا اتحاد پاکستان اور عالم اسلام کے لئے ایک ہولناک خطرہ کا نشان اور قائدین ملت کی فراست و تدبر کے لئے ایک آزمائش اور ایک امتحان ہے، قادیانیت نے عالم اسلام سے فیصلہ کن معرکہ آرائی کا منصوبہ طے کرلیا ہے۔"

(تحفہ قادیانی جلد دوم)

شاندار انعامات
اسکول کے طلبہ کیلئے خوشخبری
نقد انعامات
ختم نبوت کوئز پروگرام
پروگرام 16 جولائی بروز اتوار
باہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی
بمقام: الخیر کمیونٹی سینٹر، جامعہ ملیہ روڈ، ملیر سٹی
کوئز بک اور تفصیلات کے لئے:
مولانا عبدالرحمٰن: 0321-2381756، مولانا سرزیب صدیقی: 0333-3730428

اہل بیت اطہارؓ اور قادیانی

مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ

امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو اہل بیت کہا جاتا ہے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو امت میں عقیدت و احترام کا خاص مقام حاصل ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے بچپن میں فوت ہوگئے تھے۔ حکمت ایزدی کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد نرینہ کی بجائے خاتم النبیین ہونے کا اعزاز بخشا گیا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بیٹیوں کی وساطت سے آگے بڑھایا گیا۔ اہل بیتؓ سے محبت جزو ایمان ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کریں ان سے بھی محبت فرما۔''

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کے لئے جب آیات قرآنی نازل ہوئیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں نکلے اور فرمایا:

''یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

حضرت عائشہؓ روایت ہیں کہ ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے صحن میں کملی اوڑھے ہوئے تھے کہ حضرت حسنؓ باہر سے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی کملی میں لے لیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ جب حضرت حسینؓ آئے تو انہیں بھی کملی مبارک میں لے لیا، پھر فرمایا:

''پروردگار عالم! یہ میرے اہل بیت ہیں، میرے مددگار ہیں، انہیں نجاست سے اسی طرح پاک رکھیو جس طرح رکھنے کا حق ہوتا ہے۔''

سرتاج الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو امت کی مائیں قرار دیا۔ حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا:

''میں علم کا شہر ہوں علیؓ اس کا دروازہ ہے۔''

حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا:

''یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے''

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''یہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دونوں شہزادے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے۔ معصوم اور چھوٹے تھے کبھی گرتے کبھی اٹھتے، رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو خطبہ روک دیا، دونوں نواسوں کو اٹھایا، چوما اور پیار کیا۔ سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ حضرت حسین کا جسم اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کی شکل جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتی تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت میں بالخصوص حضرت حسینؓ سے بہت پیار کرتے تھے۔ سیرت میں ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسینؓ کو چوما کرتے تھے اور سونگھا کرتے تھے۔ چومنا اولاد کی محبت کا فطری تقاضا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونگھتے، اس لئے کہ جسم حسینؓ سے جنت کی خوشبو آیا کرتی تھی۔ نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول نے میدان کربلا میں دین کی بقا، اسلام کی سربلندی کے لئے جرأت و شجاعت، صبر و استقامت کا ایسا فقید المثال مظاہرہ کیا جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا:

ستم شعار تو دنیا سے مٹ گئے لیکن
جبین دہر پہ یاد امام باقی ہے

مرزا غلام احمد قادیانی نے اہل بیت کی پاک طینت ہستیوں کے خلاف ہرزہ سرائی کر کے خبث باطن کا ثبوت دیا ہے۔ خاص طور پر حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ کی شان میں ایسی گستاخیاں کی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

امت کے تمام علمائے کرام نے ہر دور میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو خراج عقیدت پیش کیا اور جس بدزبان نے ان کے بارے میں زبان درازی کی' امت نے ان کی زبانوں کو لگام دی اور ایسے فرد کو مسلمان تسلیم نہیں کیا' دیکھیے نام نہاد احمدیت کا بانی' جھوٹا مدعی نبوت' خود ساختہ مسیح موعود' ان پاکدامن' پاکباز' جنت کی بشارت پانے والے' اہل بیت اطہار خاص طور پر حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بارے میں کیا زبان درازی کرتا ہے اور کس طرح امت کی ان برگزیدہ ہستیوں کی شخصیات کو داغدار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ پڑھیے اور نعوذ باللہ پڑھتے رہیے' کانوں کو ہاتھ لگایئے اور ایسے شخص سے بے زاری کا اعلان کیجئے۔ کیا ایسے بدطینت شخص کو زیب دیتا ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرے یا نام نہاد احمدیت کو اسلام کا ایک فرقہ قرار دے' ہرگز نہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کا ہر فرقہ' ہر مسلک' ہر جماعت ان تمام خرافات سے برأت کا اظہار کرتی ہے۔ مرزا طاہر فیصلہ کرے کہ کیا یہی وہ اسلام ہے جس کا اظہار آپ اپنی قادیانی جماعت کی طرف سے کرتے ہیں؟

ملاحظہ کریں مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتیں:

☆...... ''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو' اب نئی خلافت لو' ایک زندہ علی (یعنی مرزا) تم میں موجود ہے' اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی (یعنی حضرت علیؓ) کی تلاش کرتے ہو۔'' (ملفوظات ص۱۴۲ ج ۲' از مرزا غلام احمد قادیانی)

☆...... ''اور انہوں نے کہا کہ اس شخص (مرزا قادیانی) نے امام حسن اور امام حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا' میں کہتا ہوں کہ ہاں! اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔'' (اعجاز احمدی ص۵۲' خزائن ص۱۶۴ ج ۱۹)

☆...... ''اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے' کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔'' (اعجاز احمدی ص ۷۰ خزائن ص ۱۸۱ ج ۱۹۸' از مرزا غلام احمد قادیانی)

☆...... ''اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے' پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔'' (اعجاز احمدی ص۸۱ خزائن ص۱۹۳ ج ۱۹ از مرزا غلام احمد قادیانی)

☆...... ''تم نے خدا کے جلال اور مجھ کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے' پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے' کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ (ذکر حسین) کا ڈھیر ہے۔ (معاذ اللہ)'' (اعجاز احمدی ص ۸۲ خزائن ص۱۹۴ از مرزا غلام احمد قادیانی)

کربلا است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

ترجمہ: ''میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے' سو (۱۰۰) حسین ہر وقت میری جیب میں ہیں۔'' (نزول المسیح ص ۹۹' خزائن ص ۴۷۷ ج ۱۸ از مرزا قادیانی)

☆...... ''اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔'' (دافع البلاء ص ۱۷' خزائن ص ۲۳۳ ج ۱۸ از مرزا غلام احمد قادیانی)

☆...... ''حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ (حاشیہ) ص ۱۱' خزائن ص ۲۱۳ ج ۱۸' از مرزا غلام احمد قادیانی)

اے مسلمان! حضرات اہل بیت اطہارؓ کے متعلق قادیانی عقائد آپ نے ملاحظہ کئے' کیا ان کفریہ عقائد کے حامل قادیانی گروہ سے مراسم' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے دشمنی کا نتیجہ تو نہیں؟ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کیا جائے!!

☆☆..........☆☆

REGD. NO. SS-160

لا نبی بعدی

بمقام

جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

کورس رد قادیانیت و عیسائیت

نامور علماء ◉ مناظرین و ماہرینِ فن لیکچر دیں گے اِنشاءاللہ

زیر سرپرستی
حضرت اقدس مولانا خواجہ مخدوم المشائخ
خان محمد صاحب
دامت برکاتہم

حضرت قبلہ پیر طریقت مخدوم العلماء
شاہ نفیس الحسینی صاحب
دامت برکاتہم

بتاریخ
یکم تا ۲۵ شعبان ۱۴۲۷ھ
26 اگست تا 19 ستمبر 2006ء

- کورس میں شرکت کے لئے کم از کم ◉ درجہ رابعہ ◉ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔
- شرکاء کورس کو کاغذ، قلم، خوراک، وظیفہ اور کتب رد قادیانیت کا سیٹ دیا جائے گا۔
- کورس کے امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی اور بہتر پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی۔
- کورس میں داخلہ کے لئے سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی سند کی فوٹو کاپی لف ہو۔
- اپنی ضرورت اور موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔
- پتہ ترسیل درخواست دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

زیر اہتمام
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ◉ چناب نگر ◉ چنیوٹ ضلع جھنگ
فون: 047-6212611